مختلف فیہ مسائل پر مشتمل مدلل آسان مفید اور لاجواب کتاب

کشف الحقائق

اظہارِ حق

مصنفہ
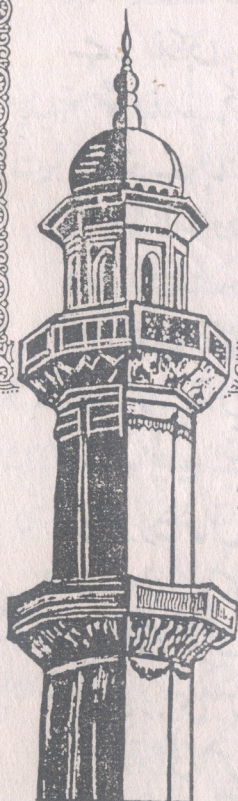
علامہ مولینا مفتی محمد عبد المتین صاحب ورہری بہاری ظلہ

صدر مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف

باہتمام

سید شاہ تراب الحق قادری

مفت ملنے کا پتہ

جمعیت اشاعت اہلسنت

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی نمبر ۲

پیش لفظ

اس وقت امتِ مسلمہ ایک نازک موڑ پر کھڑی ہے۔ مذہبی بداعتمادی کا ایک طوفان برپا ہے۔ ہر سُو مذہبِ حقّہ اہل سُنّت و جماعت پر شرک و بدعت کے فتوے جاری کیے جا رہے ہیں شان رسالت، شان صحابہ اور شان اولیاء میں بے دھڑک تنقیص کی جا رہی ہے۔ افسوس! سُنّیوں کی اکثریت دنیا و ما فیہا کی مشغولیات میں اپنے عقائد و نظریات کے دلائل و براہین سے لاعلم ہے جس کی وجہ سے بدعقیدہ گروہ ہر وقت تذبذب پھیلانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس پریشان کن صورتِ حال سے متاثر ہو کر حضرت مولانا مفتی عبد المتین صاحب دامت برکاتہم عالیہ نے رسالہ مذکورہ کشف الحقائق (اظہار الحق) مرتب فرمایا۔ جس میں شعائرِ اہلِ سنّت دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں عام فہم انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو تمام مسلمانوں کے لئے نشانِ راہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

فقیر رضاء المصطفےٰ اعظمی

سرپرست اعلیٰ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی
سید الانبیاء والمرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ؕ

اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ غضب و تعصّب لوگوں کے درمیان حد سے بڑھ گیا ہے اور امتِ محمدیہ میں عقائد کا اختلاف بہت زیادہ ہو گیا ہے اور ان کی رائیں مختلف ہو رہی ہیں اور آپس میں نفرت و بغض و عناد پیدا ہو گیا ہے اور اہل سنّت والجماعت کی شان میں سخت گوئی اور اُن کے افعال و اقوال پر بے سمجھے بوجھے شرک و بدعت کے بے جا فتوے جاہلوں کی طرف سے ہونے لگے ہیں اور بزرگانِ دین و اولیاء کرام کی شان میں گستاخی اور علمائے ربانی کی طرف سے بدگمانی اور ان کے ساتھ بدتمیزی و بدگوئی ہو رہی ہے۔

اِن ہی پریشان کُن صورتوں نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ مختلف فیہ مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سہل طور پر بیان کر دوں تاکہ اظہار حقیقت ہو جائے اور عوام کو بے جا اعتراض کرنے والوں کی زیادتی اور ان کی جہالت کا حال معلوم ہو جائے اور اہل سنّت والجماعۃ یعنی سُنیوں کے صحیح راہ پر ہونے کا حال سبھوں پر ظاہر ہو جائے۔ یوں تو ہر ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ میں ہی حق پر ہوں اور دوسرے باطل راہ پر ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پہلے ہی خبر دیدی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ میری امت ۷۳ فرقے پر تقسیم ہو جائے گی اور وہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے مگر ایک فرقہ نجات پائے گا۔ حاضرین نے دریافت کیا یا رسول اللہ نجات پانے والا فرقہ کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا جو اُن اصولوں پر قائم ہو گا جن پر میں اور میرے صحابہ قائم ہیں۔ اور مسند امام احمد بن حنبل

اور ابو داؤد شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اسی جنتی فرقہ کا نام جماعت ہے ۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہل سنت والجماعۃ کے نام کا اصلی جزو ہے ، جیساکہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا ۔ اور ترمذی شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے ۔ جو شخص جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا ۔ اور بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مر جائے وہ بے دینی کی موت مرے گا ۔ اب ہر ایک کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والی جماعت سے مراد اہل سنت والجماعۃ یعنی سُنّی لوگ ہیں ۔ اس کے بعد مختلف فیہ مسائل ثبوت کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں ۔

میلاد شریف کا بیان

کل علمائے محققین کے نزدیک محفل میلاد شریف مستحب اور مستحسن اور موجب خیر و برکت ہے اور کنز العمال میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور آپ کی پیدائش کا تذکرہ عبادت ہے اور رحمت و برکت کے نازل ہونے کا بہترین ذریعہ ہے ۔

سوال ۔ کیا قرآن مجید میں حضور کی پیدائش کا تذکرہ آیا ہے ؟

جواب ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور کی پیدائش کی خبر اور نبی ہونے کی خبر اپنی کتاب قرآن مجید میں بہت جگہ دی ہے اور مختلف عنوانوں سے بہت تعریف کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے اور پہلے پیغمبروں کی زبانی بھی حضور کی پیدائش اور تشریف آوری کی بشارت دنیا والوں کو دلوائی ہے

سوال ۔ حضور کی ولادت کا تذکرہ حدیث شریف میں کس طرح مذکور ہے ؟ بیان کیجئے ۔

جواب۔ حضور نے خود اپنی ولادت کا تذکرہ کیا ہے اور اپنا نسب بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام نے مختلف عنوان سے حضور کی ولادت کو بیان کیا ہے۔ یہ بیشمار حدیثوں سے ثابت ہے۔ ان میں چند حدیثوں کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔

حدیث ۱۔ ترمذی شریف اور بیہقی شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نسب اور پیدائش کا تذکرہ منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔

حدیث ۲۔ طبرانی اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور نے اپنی پیدائش کے ساتھ اور نبیوں کی پیدائش کو بھی بیان فرمایا۔

حدیث ۳۔ طبرانی میں ہے کہ غزوہ تبوک سے جب سب لوگ واپس آئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضور کی تعریف کروں۔ آپ نے فرمایا بیان کرو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو ہر آفت سے بچائے پس انہوں نے آپ کی پیدائش کا حال بیان کیا۔

حدیث ۴۔ زرقانی شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کو حضور نے خود فرمایا کہ میرا حال بیان کرو۔ انہوں نے آپ کی بڑائی اور آپ کی ولادت شریف کا واقعہ منبر پر کھڑے ہو کر اچھی طرح بیان کیا۔

حدیث ۵۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تعریف آپ کے سامنے کی۔ اس وقت آپ نے ان کو دعا دی اور فرمایا آج مجھ کو تمہارے کلام سے ایسی خوشی ہے کہ ایسی خوشی پہلے نہ ہوئی تھی۔

(ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام نے آپ کے سامنے واقعۂ ولادت شریف کو بیان کیا اور آپ سن کر بہت خوش ہوئے اور اُن کو دعا دی۔)

حدیث ۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ اپنے گھر میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد شریف کر رہے تھے اور لوگ سن کر خوش ہو رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہے تھے اور درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور تشریف لائے اور فرمایا تم لوگوں کے

واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ (رسالہ تنویر)

حدیث۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور کے ساتھ حضرت عامر انصاری صحابی کے گھر گیا۔ وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اولاد کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا واقعہ سکھلا رہے تھے اور کہتے تھے آج کا دن ہے۔ آج کا دن ہے۔ حضور نے اس وقت فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے رحمت کا دروازہ کھول دیا اور سب فرشتے تم لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ جو شخص تمہاری طرح واقعۂ ولادت بیان کرے گا تمہاری طرح اس کو نجات ملے گی۔ (سبیحہ رضیہ)

سوال۔ میلاد شریف کے متعلق محدثین و فقہائے کرام و مشاہیر علمائے عظام کے اقوال کیا ہیں؟ کچھ ان کو بھی بیان فرما دیجئے۔

جواب۔ ذرا غور سے سنو، ان کے اقوال یہ ہیں:- حضرت[۱] مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محفل میلاد شریف میں لوگوں کا جمع ہونا اور قرآن شریف کا پڑھنا اور ان معجزات کو بیان کرنا جو اس بارے میں وارد ہیں، اس کے بعد کھانا کھلانا اچھا فعل ہے۔ اس کے کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، کیونکہ اس میں حضور کے مرتبے کی تعظیم اور آپ کے پیدا ہونے کی خوشی کا اظہار ہے۔ سیرت[۲] شامی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود شریف کی خوشی کے اظہار میں آدمی کو بقدر نیت ثواب ملتا ہے۔ محدث[۳] ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر شام اور عرب کے دوسرے شہروں میں لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میلاد میں جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھ کر بہت خوشی مناتے ہیں اور اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ اور طرح طرح کی زینت کرتے ہیں اور خوشبو لگاتے ہیں اور فقراء پر صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر مولود شریف سننے کے لئے بہت اہتمام کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ بہت اجر پاتے ہیں اور کامیابی حاصل کرتے ہیں اور خیر و برکت، سلامتی اور عافیت، روزی میں ترقی، مال

واولاد میں زیادتی اور شہروں میں امن وامان اور گھروں میں سکون وقرار پاتے ہیں۔
حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مسلمان ربیع الاول میں جمع ہو کر کھانا کھلاتے ہیں اور طرح طرح کے صدقات کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں اور مولود شریف پڑھتے ہیں، جس کے سبب ان پر برکت ہوتی ہے اور مولود شریف کی خاصیتوں میں سے ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ تمام سال امن وامان رہتا ہے اور لوگوں کے مقصد اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے آپ کی پیدائش کی رات کو عید بنایا۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھے فرمایا کہ میں میلاد شریف میں کھانا پکا کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میرے پاس کچھ نہ تھا تو چنے لوگوں کو تقسیم کر دیئے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ چنے آپ کے پاس رکھے ہوئے ہیں اور آپ مسکرا رہے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں ہر سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد میں حاضر ہو کر حضور کے فضائل اور واقعۂ ولادت شریف کو بیان کرتا ہوں، پھر کھانا یا شیرینی پر فاتحہ دے کر حاضرین مجلس پر تقسیم کیا جاتا ہے۔
حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ مولد النبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ المشائخ حضرت علامہ سخاوی محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو برسوں مکہ معظمہ میں مجلس میلاد شریف کی حضوری میں مشرف ہوئے اور اس کی برکت کو معلوم کیا۔ ہمیشہ تمام ملکوں اور بڑے بڑے شہروں کے مسلمان جس ماہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے جمع ہوتے ہیں اور دعوتیں کرتے ہیں اور عمدہ عمدہ کھانا کھلاتے ہیں اور قسم قسم کے صدقے کرتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور آنحضرت کے مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اس کے سبب سے ان پر بڑی برکت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ تجربہ کیا گیا ہے۔
حضرت امام شرف الدین ابن جزری نے منجملہ مولود شریف کی خاصیتوں کے ایک خاصیت یہ بیان کی ہے کہ اس سال میں بلاؤں سے امن و امان رہتا ہے اور مقصود کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ہوتی ہے۔
حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث تحریر فرماتے ہیں کہ مولود شریف میں ذکر ولادت خیر البشر کا ہوتا ہے اور وہ فرحت و سرور کا سبب ہے شرع میں اس قسم کے فرحت و سرور کے لئے لوگوں کا جمع ہونا جس میں ناپسندیدہ کام نہ ہو منع نہیں ہے اور فی الواقع جس قدر خوشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف میں ہے دوسری چیز میں نہیں۔
حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب محدث کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبد الحق صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ آپ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو ۱۲۸۷ھ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد شریف میں جو کہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں تھی تشریف لائے۔ میلاد شریف صحن مسجد میں تھی اور ایک بزرگ منبر پر روضہ اقدس کی طرف متوجہ ہو کر واقعۂ ولادت شریف بیان کر رہے تھے اور ہمارے مولانا اور تمام حاضرین سن رہے تھے اور ذکر ولادت کے وقت جبکہ قیام کیا گیا تو آپ نے بھی قیام فرمایا۔ اس محفل کی برکت اور کیفیت جو ظاہر ہوئی احاطہ بیان سے باہر ہے
حضرت ملا علی قاری علامہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مولود شریف میں کھانا کھلایا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر مجھ کو مقدور ہوتا تو میں ربیع الاول میں مہینہ بھر مولود شریف کیا کرتا۔

کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا بیان

سوال۔ کیا میلاد شریف میں تذکرہ ولادت کے وقت کھڑے ہو کر سلام پڑھنا جائز ہے؟

جواب - بیشک جائز ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ[1] - نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو۔ تو جب آپ کی تعظیم و توقیر کا حکم ہوا تو ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور نے خود اپنی پیدائش کا ذکر منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ (ترمذی شریف)

سوال - کیا پہلے علماء میلاد شریف میں ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو کر سلام پڑھا کرتے تھے؟

جواب - ہاں ضرور۔ بڑے بڑے علمائے محققین و محدثین و فقہائے ہندوستان، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، جدہ، فارس، اندلس وغیرہ کے ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو کر سلام پڑھا کرتے تھے۔

سوال - ان علمائے کرام و محدثین کے نام سے مجھے واقف کیجئے جو کہ کھڑے ہو کر سلام پڑھا کرتے تھے۔

جواب - سنو۔ ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں:۔ حضرت[1] علامہ سخاوی محدث۔ حضرت[2] علامہ ابن جوزی۔ حضرت[3] شیخ سعدی۔ امام[4] جعفر برزنجی حضرت[5] مولانا جلال الدین سیوطی۔ حضرت[6] مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی حضرت[7] مولانا شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی۔ حضرت[8] مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ حضرت[9] مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی۔ حضرت[10] مولانا شاہ عبدالغنی صاحب۔ حضرت[11] مولانا سلامت اللہ صاحب۔ حضرت[12] مولانا ثناء اللہ صاحب پانی پتی حضرت[13] مولانا عبداللہ حنفی مفتی مکہ، حضرت[14] علامہ شیخ جمال صاحب مفتی مکہ۔ حضرت علامہ شیخ[15] عبدالرحمن صاحب مکی۔ حضرت[16] مولانا سعید صاحب شافعی مفتی مکہ۔ حضرت[17] مولانا شیخ محمد بن عبداللہ صاحب حنبلی مفتی مکہ۔ حضرت[18] مولانا حسین صاحب مالکی مفتی۔ حضرت[19] مولانا محمد عمر صاحب مفتی شافعی۔ حضرت[20] امام محقق ابوزرعہ صاحب عراقی حنفی۔ حضرت[21] علامہ حافظ ابن حجر صاحب شارح بخاری۔

حاشیہ ۱ پ ۲۶ ع ۹ آیت ۹

سوال ۔ اس کے متعلق کچھ اور بھی بیان کیجئے ۔
جواب ۔ بہت سے محدثین و علمائے کرام کے افعال و اقوال کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کے متعلق بیان کئے جاچکے ہیں اور خاص طور پر حنفی علماء و فقہاء و محدثین کے اقوال و افعال بتائے جاچکے ہیں ۔ اب ایک نئی بات یہ سنو ۔ مالکی مذہب کے علماء سے سوال کیا گیا کہ میلاد شریف میں قیام کرنا کیسا ہے ؟ اس کا جو جواب دیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا مندوب و جائز ہے ۔ یہی سوال حنبلی مذہب کے علماء سے کیا گیا تو جواب یہ ملا ۔ قیام کرنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت اہل فضل و علم نے اس کو مسنون رکھا ہے ۔ یہی سوال شافعی مذہب کے علماء سے کیا گیا تو جواب یہ ملا ۔ جناب سید المرسلین کے مولود شریف میں ذکر ولادت کے وقت آپ کی تعظیم کے لئے قیام کرنا ایسا امر ہے جس کے استحباب و استحسان میں کوئی شک نہیں اور اس کے کرنے والوں کو بڑا ثواب ملتا ہے ، کیونکہ یہ قیام تعظیمی ہے اور تعظیم بھی اس نبی کی جس کے سبب سے خداوند کریم نے ہم کو کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کیا ۔ اور انہیں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو جہل کی آگ سے نکال کر معارف و ایقان کے باغ میں پہنچا دیا ۔ پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا رضائے الٰہی کا باعث ہے ۔ جو شخص شافعی ہونے کا دعویٰ کرے اسے چاہیئے کہ اس فتویٰ کو پڑھ کر قیام کو مستحب و جائز تسلیم کرے اور آئندہ اس پر عمل کرے ، ورنہ لازم آئے گا کہ ان کے پیشوا غلطی پر تھے ۔

نیاز و فاتحہ کا بیان

فاتحہ مروجہ جس میں کھانا ، شیرینی وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن شریف پڑھکر کسی مومن کی روح کو ثواب بخشا جاتا ہے ۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و علماء صالحین و فقہائے کرام و محدثین و مفسرین کے فعلوں سے

ثابت ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کا یعنی سنیوں کا مذہب ہے کہ عبادتِ بدنی جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ اور عبادتِ مالی جیسے گوشت، روٹی، حلوا، مٹھائی روپیہ، کپڑا وغیرہ دونوں کا ثواب جس کو بخش دیا جائے اس کو ملتا ہے۔ ہدایہ جو کہ فقہ میں بہت معتبر اور مشہور کتاب ہے، اس میں ہے کہ جو انسان اپنی نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب کسی کو بخشنا چاہے تو اہل سنت والجماعت کے نزدیک جائز ہے۔

سوال ۔ کیا ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ مسلک ہے کہ مُردوں کو نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے؟

جواب ۔ ہاں، حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علمائے سلف کا مذہب ہے کہ نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے۔

سوال ۔ کیا عبادت بدنی و مالی کا ثواب مُردوں کو پہنچنا حدیثوں سے بھی ثابت ہے؟

جواب ۔ ہاں، بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔

سوال ۔ ذرا ان حدیثوں کو بیان کر دیجئے۔

جواب ۔ سنو۔ صرف ترجمہ ان حدیثوں کا سناتا ہوں۔

حدیث ۱ ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا۔ پس کونسا صدقہ ان کے واسطے افضل ہے؟ حضور نے فرمایا پانی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھود کر کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث ۲ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص کی ماں قضا کر گئی تو اس نے حضور سے دریافت کیا کہ اگر میں اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کو ثواب ملے گا۔

(بخاری شریف)

حدیث ۳ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ بلاوصیت کے مرگیا۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں ہوگا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۴ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زندوں کا تحفہ مُردوں کے واسطے استغفار اور صدقہ ہے۔ (دیلمی شریف)

حدیث ۵ - حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا۔ اگر میت کی جانب سے کوئی شخص بکری کا بچہ صدقہ کرے گا تو البتہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے گا میت کی طرف سے۔ (کنز العمال)

حدیث ۶ - حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں انتقال کر گئی اور اس نے کچھ صدقہ نہیں کیا۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کو ثواب ملے گا۔ اس نے کہا میری ماں نے ایک باغ چھوڑا ہے۔ میں حضور کو گواہ رکھتا ہوں اس پر کہ وہ باغ میں نے اس کی طرف سے صدقہ کیا۔ (کنز العمال)

حدیث ۷ - حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں اپنی زندگی میں میرے مال سے حج اور صدقات اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک اور محتاجوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ اب وہ قضا کر گئیں۔ اگر ہم ان کی طرف سے یہ کام کریں تو ان کو نفع پہنچے گا؟ حضور نے فرمایا۔ ہاں۔ (کنز العمال)

حدیث ۸ - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص پسند کرے کہ اپنے باپ کو قبر میں کچھ بخشے تو چاہیئے کہ اپنے باپ کے بھائیوں کے ساتھ بخشش کرے اپنے باپ کے بعد۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

حدیث ۹ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور سورۃ فاتحہ۔ سورۃ اخلاص۔ سورۃ تکاثر پڑھ کر کہے اے اللہ میں نے تیرے کلام کا ثواب اس قبرستان کے

مومنین و مومنات کو بخشا تو وہ مُردے اس کی شفاعت اللہ کے پاس کریں گے۔

(شرح الصدور)

حدیث۱۰ - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے تو مُردوں کے شمار کے برابر اس شخص کو ثواب ملے گا۔ (کنز العمال)

سوال - اُن حدیثوں کو بھی بیان کر دیجئے جن میں سامنے کھانا رکھ کر دعا کرنے اور فاتحہ کرنے کا ثبوت ہے۔

جواب - سنو۔ ان حدیثوں کا بھی ترجمہ نقل کر دیتا ہوں۔

حدیث۱ - علّامہ علی قاری حنفی نے اپنے فتاویٰ اوزجندی میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لڑکے حضرت ابراہیم کے انتقال کا تیسرا دن ہوا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک پیالہ میں دودھ اور جو کی روٹی اور خرما لاکر حضور کے سامنے رکھا۔ آپ نے اس پر ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی، اور چہرۂ مبارک پر پھیرا اور یہ فرمایا میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخش دیا۔ پھر آپ نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ آپس میں تقسیم کر لو۔ اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔ ۱ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کرنا حضور کے فعل سے ثابت۔ ۲ فاتحہ میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ ۳ سوئم کا ثبوت۔ ۴ بچوں کے لئے دودھ کا فاتحہ۔ ۵ فاتحہ کا ثواب مُردوں کو بخشنے کا طریقہ۔ ۶ بعد فاتحہ دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنا۔ ۷ اچھے لوگوں کے فاتحہ کی چیز لوگوں کے لئے بھی کھانا جائز۔ اس حدیث کو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب ھدیۃ الحرمین عربی کے تیرہویں باب صفحہ نمبر ۶۸، ۶۹ میں نقل کیا ہے۔

حدیث۲ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں جب لوگ بھوکے ہوئے تو جس کے پاس خرما اور روٹی وغیرہ کے ٹکڑے بچے

ہوئے موجود تھے حضور نے اس کو دستر خوان پر جمع کرایا اور دعا فرمائی (مشکوٰۃ شریف)

حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری والدہ نے کھجور گھی اور پنیر کا کھانا ایک برتن میں رکھ کر حضور کے پاس بھیجا۔ آپ نے اُس کھانے پر اپنا دست مبارک رکھ کر جو اللہ کو منظور تھا پڑھا۔ (مشکوٰۃ شریف) ان دونوں حدیثوں سے بھی کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا اور دعا کرنا حضور کے فعل سے ثابت ہوتا ہے، جیساکہ فاتحہ میں ہوا کرتا ہے۔

سوال۔ کیا فاتحہ کرنے میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص ہی پڑھا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے یا اور سورۃ بھی پڑھنا ثابت ہے؟

جواب۔ حدیث شریف میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے سوا اور سورتوں کا ملانا بھی ثابت ہے۔

سوال۔ وہ کون کونسی سورۃ ہے؟

جواب۔ کسی حدیث میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے ساتھ سورۂ کافرون اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس کا ملانا ثابت ہے اور کسی میں اس سے بھی زیادہ۔ غرضیکہ جس قدر قرآن شریف پڑھ کر مُردوں کو بخشنا چاہے بخش سکتا ہے، مگر بہتر طریقہ فاتحہ کا وہ ہے جو کہ شرح لباب میں مذکور ہے۔

سوال۔ ذرا مجھ کو وہ طریقہ فاتحہ کا بتا دیجئے۔

جواب۔ سنو۔ شرح لباب میں جو طریقۂ فاتحہ مذکور ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ فاتحہ کرنے والا آیۃ الکرسی اور سورۂ تکاثر اور سورۂ کافرون ایک ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص تین یا پانچ یا سات یا گیارہ مرتبہ اور سورۂ فلق و سورۂ والنّاس ایک ایک مرتبہ اور سورۂ فاتحہ کے بعد الٓمّٓ مُفلِحُونَ تک پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے۔ جو چیز بھیجے گا اس کا ثواب مُردہ کو پہنچے گا۔

سوال۔ کیا فاتحہ کرنے میں درُود شریف نہیں پڑھی جاتی ہے؟

جواب۔ اوّل و آخر ایک یا تین مرتبہ درود شریف پڑھی جاتی ہے۔

درود شریف کا پڑھنا موجب برکت اور عبادت اور دعا و عمل کے مقبول ہونے کا ذریعہ ہے۔

سوال ۔ میں نے سُنا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور مسندِ خلافت پر خلیفہ اول بیٹھے تو کھانا پکوا کر اس کا ثواب حضور کو بخشا اور وہ کھانا تمام حاضرین کو کھلایا ۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

جواب ۔ بے شک یہ صحیح ہے ۔ حضرت مخدوم سیّد شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری اپنے ملفوظات مخ المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں یہ اختلاف ہوا کہ حضور کی قبر شریف کہاں بنائی جائے اور کس قسم کی قبر شریف بنائی جائے اور کون آپ کا خلیفہ بنایا جائے ۔ جب سب باتیں طے ہوئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو بارہویں دن خلیفہ اوّل نے بہت سا کھانا پکوایا اور اس کا ثواب حضور کو بخشا اور تمام حاضرین کو وہ کھانا کھِلوا دیا ۔

سوال ۔ مشاہیر علماء ، مفسرین ، محدثین کے اقوال و افعال نیاز و فاتحہ کے متعلق کیا ہیں ؟ ذرا مجھے بھی خبردار کر دیجئے ۔

جواب ۔ ان کے اقوال ذیل میں درج کرتا ہوں ۔ اصل عبارت فارسی میں ہے ، مگر میں اس کا ترجمہ بیان کرتا ہوں ۔

ع۱ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی مجموعہ زبدۃ النصائح صفحہ ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنا اور صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب ان کو بخشنا اور دعاءِ خیر کرنا اور کھانا یا شیرینی تقسیم کرنا بہت بہتر چیز ہے ۔ علما کا اس پر اتفاق ہے اور عرس کے لئے دن مقرر کرنا اس لئے ہے کہ اس دن دنیا سے آخرت کی طرف اس بزرگ کا انتقال ہوا ہے ۔

ع۲ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی دوسرے مقام میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ جس کھانے کا ثواب حضرت امام حسن حضرت امام حسین کو

بخشیں اور اس پر سورۂ فاتحہ اور درود شریف پڑھیں وہ متبرک ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

۳۔ صمصام قادری میں مولانا عبداللہ گجراتی نے جو تحریر فرمایا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ نیاز کرنا اچھے لوگوں کا طریقہ ہے۔

۴۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ پس دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم خواجگان کو تمام کریں اور تھوڑی شیرینی پر خواجگان چشت کا فاتحہ دیں اور خدائے تعالےٰ سے اپنی حاجت طلب کریں۔

۵۔ زبدۃ النصائح میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ملیدہ اور کھیر بزرگوں کے فاتحہ کے لئے پکانا اور ثواب اُن کی روحوں کو بخشنا اور لوگوں کو کھلا دینا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جائز ہے۔ منّت کا کھانا مالدار کے لئے ناجائز ہے۔ اور بزرگوں کے فاتحہ کی چیز مالداروں کے لئے بھی کھانا جائز ہے۔

۶۔ جناب مولوی اسمٰعیل صاحب اپنی کتاب صراط مستقیم میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ نہ خیال کریں کہ مُردوں کو کھانا یا فاتحہ کے ذریعہ نفع پہنچانا بہتر نہیں ہے۔ یہ بہت بہتر اور افضل طریقہ ہے۔ اس کے بعد آپ فاتحہ کرنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔ فاتحہ کرنے والا وضو کرکے دوزانو نماز کی طرح بیٹھے اور چشتیہ سلسلہ کے بزرگان مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرھم کے نام فاتحہ دے کر اُن بزرگوں کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواست کرے۔

۷۔ تقریر ذبیحہ میں جناب مولوی اسماعیل صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کوئی خصّی پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو جائے اس کو ذبح کرکے بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ کو فاتحہ دیا جائے اور وہ لوگوں کو کھلا دیا جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۷ شیخ عبدالقادر جیلانی عرف بڑے پیر صاحب۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت نظام الدین اولیاء۔ حضرت بابا فرید گنج شکر۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری۔ حضرت مخدوم احمد چرم پوش تیغ برہنہ۔ حضرت شیخ سعدی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکیؒ۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ حضرت مولانا جلال الدین سیوطی وغیرہم بھی اس کے قائل اور اس پر عامل تھے۔

سوال - جب کوئی چیز ایک آدمی کے نام فاتحہ دیا جائے تو پورا ثواب اُسی ایک آدمی کو ملے گا۔ اگر اس میں چند مُردوں کو شریک کر دیا جائے تو ثواب تقسیم ہو کر ہر مُردہ کو ملے گا یا ہر ایک کو پورا پورا؟

جواب - شامی جلد اول میں ہے کہ حافظ ابن حجر مکّی شارح بخاری سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص قبرستان والوں کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر بخشے تو سورۂ فاتحہ کا ثواب تقسیم ہو کر مُردوں کو ملے گا یا سب کو پورا پورا سورۂ فاتحہ کا ثواب ملے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جماعت کا فتویٰ ہے کہ ..... کو پورا پورا ثواب ملے گا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل کے لائق ہے۔

قبروں کی زیارت کا بیان

قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام برابر قبروں پر بغرض ایصالِ ثواب تشریف لے جایا کرتے تھے اور دوسروں کو قبروں کی زیارت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ بہت سی حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ حضور نے قبروں کی زیارت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، کیونکہ قبروں کی زیارت موت اور آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ ان میں سے چند حدیثیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت فرمائی۔ (مسلم شریف)

حدیث۲۔ حضرت عباد بن صالح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ہر سال کے شروع میں شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لایا کرتے تھے اور آپ کے چاروں خلیفے بھی آیا کرتے تھے۔ (بیہقی شریف)

حدیث۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور غمگین قبرستان تشریف لے گئے اور خوش خوش واپس آئے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کر دیا اور میرا کلمہ پڑھایا اور ایک روایت میں ہے کہ میرے باپ کو اور میری ماں کو زندہ کر کے میرا کلمہ پڑھایا۔

حدیث۴۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ اب تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (مسلم شریف)

حدیث۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی زیارت کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔ (مسلم۔ ابن ماجہ)

حدیث۶۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ مردہ اس سے محبت پاتا ہے اور اس کا دل اس کے بیٹھنے سے بہلتا ہے۔ (بیہقی شریف)

حدیث۷۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے اور دنیا میں اس سے ملاقات تھی تو وہ مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اگر اس کو سلام کرے تو سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور جب تک اس کے پاس بیٹھا رہے مردہ کا اُس سے دل بہلتا ہے۔ (دیلمی شریف)

حدیث۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ

کے قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے تم پر سلام۔ اور جس کا تم وعدہ کئے گئے ہو کل تمہارے پاس وہ چیز آئے گی اور انشاءاللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع والوں کے گناہ بخش دے۔ (مسلم شریف)

سوال۔ کیا مردے زندہ لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں؟

جواب۔ ضرور، جیسا کہ حدیث صفحہ ۵، ۶ سے معلوم ہو چکا۔

سوال۔ کیا اس قسم کی روایتیں حدیث میں اور بھی ہیں؟

جواب۔ ہاں، اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ کچھ اور روایتیں میں تمہیں سناتا ہوں۔

روایت ۹۔ حضرت ہاشم بن محمد سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک اہل علم کو کہتے سنا کہ ایک شخص برابر اپنے والد کی قبر کی زیارت کو جایا کرتا تھا۔ جب زمانہ دراز ہو گیا تو خیال ہوا کہ کیا مٹی کی زیارت کو جاؤں۔ پھر اس نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ وہ کہتے ہیں اے میرے بیٹے تم اب زیارت کو کیوں نہیں آتے جس طرح پہلے آیا کرتے تھے۔ اس نے کہا کیا مٹی کی زیارت کو آؤں۔ والد نے فرمایا اے بیٹے ایسا نہ کہو۔ خدا کی قسم جس وقت تم آتے تھے، دکھائی دیتے تھے اور اس وقت میرے پڑوسی تمہارے آنے کی بشارت مجھ کو دیتے تھے اور جب تم واپس ہوتے تھے تو میں تم کو برابر دیکھتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ تم کوفہ شہر میں داخل ہو جاتے۔

(بیہقی شریف)

حدیث ۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں حجرہ میں اس مکان میں جہاں حضور کا مزار مبارک ہے بے لحاظ اور بے حجاب چلی جاتی تھی اور جی میں یہ کہتی تھی کہ یہاں میرے شوہر اور باپ ہیں (ان سے پردہ نہیں) مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو قسم خدا کی اس روز سے بغیر پردہ کے میں نہ جاتی تھی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شرم آتی تھی۔

(مستدرک۔ مسند امام احمد)

حدیث ۱۱ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ مُردہ سُنتا ہے اُن کے جوتوں کی آواز کو جب اس کی طرف پیٹھ کر کے لوٹتے ہیں۔
(طحاوی شریف)

حدیث ۱۲ - حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردہ اپنے غسل دینے والے کو اور کفن دینے والے کو اور اٹھانے والے اور قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے۔
(طبرانی شریف۔ مشارق الانوار)

روایت ۱۳ - حضرت عاصم حجدری کی اولاد میں سے کسی نے کہا کہ میں نے حضرت عاصم کو دو برس یا کئی برس کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا ہے؟ کہا کیوں نہیں؟ پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ کہا خدا کی قسم میں جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری میں ہوں اور میرے چند احباب ہیں۔ ہم لوگ ہر شب جمعہ اور جمعہ کی صبح کو ابوبکر بن عبداللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں تو تمہاری خبریں پاتے ہیں۔ خواب دیکھنے والے نے کہا کہ ہم لوگوں کی زیارت کرنے کو آپ جانتے ہیں؟ کہا ہاں

سوال - کیا عورتوں کو قبروں پر زیارت کے لئے جانا جائز ہے؟

جواب - ہاں، پردہ کے ساتھ جانا جائز ہے[1]۔ پہلے عورت و مرد دونوں کے لئے قبروں کی زیارت جائز قرار دی گئی تھی۔ جب عورتوں نے بے صبری کے ساتھ قبر پہ جاکر رونا، گریبان پھاڑنا، بال نوچنا، چہرہ پر طمانچہ مارنا وغیرہ وغیرہ ناجائز کام شروع کیا تو زیارت قبور سے دونوں کو منع کر دیا گیا۔ پھر جب وہ ناشائستہ باتیں جاتی رہیں تو پھر دونوں کو زیارت قبور کی اجازت ملی۔

سوال - کیا صحابیہ، تابعیہ کا قبروں پر جانا حدیث سے ثابت ہے؟

جواب - ضرور ثابت ہے۔ چند حدیث میں سُناتا ہوں۔

حاشیہ [1] اس مسئلہ میں علماء کے دو قول ہیں۔ اعلیحضرت نے جس قول کو اختیار کیا وہ یہ ہے کہ

حدیث[۱]۔ حضرت ابن ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خلیفہ اوّل کے لڑکے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا انتقال جب ملک عراق کے علاقہ موضع حبشی میں ہوا اور مکہ معظمہ میں دفن کیے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کرنے کو مکہ معظمہ آئیں تو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کو گئیں۔ (ترمذی شریف)

حدیث[۲]۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور نماز پڑھتی تھیں اور ان کے پاس روتی تھیں۔ (احیاء العلوم)

حدیث[۳]۔ حضرت عطاف بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کو گئی تو ان پر سلام کیا تو سلام کا جواب سنا اور ان مُردوں نے کہا خدا کی قسم ہم تم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح ہمارا بعض بعض کو پہچانتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ (بیہقی شریف)

حدیث[۴]۔ حضرت فاطمہ خزاعیہ کہتی ہیں کہ ایک دن آفتاب ڈوبتے وقت شہدائے اُحد کے قبور پر میرا گزر ہوا۔ اور میرے ساتھ میری بہن بھی تھیں۔ میں نے کہا چلو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے چلیں۔ ہم دونوں ان کی قبر پر ٹھہرے اور ہم نے کہا اے رسول اللہ کے چچا آپ پر سلام پس ہم نے سنا کسی نے ہمارے سلام کا جواب دیا وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت ہمارے پاس کوئی آدمی نہ تھا۔ (وفاء الوفاء)

سوال۔ آپ نے مجھے قبروں کی زیارت کا طریقہ نہیں بتایا۔ اس سے مجھے واقف کر دیجئے۔

جواب۔ سنو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ زیارت کرنے والا اپنی بیٹھ

قبلہ کی طرف اور اپنا چہرہ مردہ کے چہرہ کے مقابل کرے اور فاتحہ پڑھے اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے وقت ادب کا ایسا ہی لحاظ رکھے جیسا ان کی حالت زندگی میں رکھا کرتا تھا اور غمگین اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوا مؤدب کھڑا ہو اور اپنے گناہوں کی معافی میں اس بزرگ کا وسیلہ پکڑے اور یہ سمجھے کہ وہ بزرگ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔

سوال۔ فاتحہ پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ پہلے ایک یا تین بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ تکاثر۔ ایک مرتبہ سورۂ کافرون۔ تین یا پانچ یا سات یا گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص۔ ایک مرتبہ سورۂ فلق۔ ایک مرتبہ سورۂ ناس۔ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ۔ کچھ چند آئتیں سورۂ بقرہ کی شروع کی مُفلِحُوْن تک پڑھے۔ پھر ایک یا تین بار درود شریف پڑھ کر ہاتھ اٹھائے اور یہ کہے اے اللہ تعالیٰ میں نے جو کچھ قرآن شریف پڑھا اس کا ثواب سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچ کر فلاں مُردہ کو پہنچے۔ اور اگر کسی کو جلدی ہو یا اس قدر سورتیں یاد نہ ہوں تو اوّل وآخر درود شریف کے ساتھ گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر بخش دے۔ یہی طریقہ کھانا، شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دینے کا بھی ہے۔ صرف بخشنے کے وقت اس طرح کہے گا۔ میں نے جو کچھ قرآن پڑھا اس کا ثواب اور یہ تحفہ سرکار دوعالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو پہنچ کر فلاں مردہ کو پہنچے۔ (فتاویٰ سراجیہ۔ عالمگیری۔ بحرالرائق وغیرہ)

قبروں کو بوسہ دینے کا بیان

سرکار دوعالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی قبر مبارک کا بوسہ لینا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے اور اولیاء کرام ووالدین کی قبروں کا بوسہ لینا نیز متبرک چیزوں کا بوسہ لینا بہت سی روایتوں سے ثابت ہے۔ صحابۂ کرام اور

علمائے عظام نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ قبر کے بوسہ کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن شریف کو غلاف وجزدان کے ساتھ بوسہ لینا۔ اس بوسہ میں غلاف وجزدان کے کپڑے کو بوسہ لینا مقصود نہیں ہوتا اور نہ کوئی یہ سمجھتا ہے، بلکہ قرآن شریف کو بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے۔ اور یہی سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح قبر کو بوسہ لینے میں اس بزرگ کو بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے اور یہی خیال کیا جاتا ہے۔

سوال - قبروں اور متبرک چیزوں کو بوسہ لینے کی حدیثیں اور روایتیں کس طرح ہیں؟ بیان کر دیجئے۔

جواب - اچھی طرح غور سے سنو۔ میں اسے بیان کرتا ہوں۔

ع۱ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس فتح کر کے واپس ہوئے اور مقام جابیہ میں پہنچے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ملک شام میں مقرر کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے بلال! یہ کیا ظلم ہے کہ تو میری زیارت کو نہیں آتا۔ اس خواب سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت غمگین اور پریشان خوف زدہ بیدار ہوئے اور سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو روضۂ اقدس میں قبر مبارک کے پاس پہنچ کر رونے لگے اور اپنا چہرہ قبر شریف پر ملنے لگے۔ اتنے میں حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لپٹانے اور چومنے لگے۔ (وفاء الوفاء)

ع۲ حضرت ابوالحسین یحییٰ سے مروی ہے کہ مروان ایک مرتبہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص قبر شریف سے لپٹا ہوا ہے اور اپنا منہ قبر پر رکھے ہوئے ہے۔ تو مروان نے ان کی گردن پکڑی تو انھوں نے کہا کہ میں پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں اور نہ اینٹ کے پاس آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ قبر سے لپٹنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے (مسند امام احمد بن حنبل)

ع۳ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور کا وصال ہوا تو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوئیں۔ اور تھوڑی سی مٹی حضور کی قبر مبارک کی لے کر اپنی آنکھوں سے لگا کر بہت روئیں اور دو شعر پڑھے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ جس نے حضور کی قبر مبارک کی خاک سونگھنے کا شرف حاصل کیا ہے اس کو زمانہ دراز تک خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں آپڑی ہیں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو مارے غم کے دن سے بدل جاتا۔ (نزہتہ المجالس۔ مشارق الانوار)

ع۴ حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ اگر کوئی رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے منبر کو چھوئے اور بہ نیت تبرک چومے یا قبر مبارک کو بہ نیت تبرک و ثواب بوسہ دے تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (مشارق الانوار)

ع۵ علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری جلد چہارم میں لکھتے ہیں کہ مجھ کو حافظ ابو سعید نے خبر دی کہ میں نے امام حنبل کا کلام اس جزء قدیم میں جس پر ابن ناصر اور دوسرے حفّاظ حدیث کی مہر تھی دیکھا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مزار شریف اور منبر کو بوسہ دینے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ع۶ علامہ شبر املسی نے مواہب کے حاشیہ پر اور علامہ رملی نے منہاج میں بیان کیا ہے کہ اگر قبر چومنے میں برکت حاصل کرنے کا قصد ہو تو مکروہ نہیں ہے اور علامہ رملی کے والد ماجد نے اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ (مشارق الانوار)

ع۷ ایک شخص نے نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جنت کے دروازہ اور حور کو بوسہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ماں کے قدم کو اور باپ کی پیشانی کو بوسہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ

اگر میرے ماں باپ نہ ہوں تب؟ آپ نے فرمایا کہ والدین کی قبر کو بوسہ دے۔
(کفایہ شعبی)

عـ۸ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ فقہ کی بعض روایتوں میں بھی ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینے کا تذکرہ آیا ہے۔

عـ۹ وفاء الوفاء میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دایاں ہاتھ حضور کی قبر پر رکھا کرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے دونوں رخساروں کو بھی قبر شریف پر رکھا کرتے تھے۔

عـ۱۰ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اکابر علماء و صوفیا سے گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں ؎

اگر بوسہ بر خاک مرداں زنی   بمردی کہ پیش آیدت روشنی

ترجمہ:۔ اگر تو مردانِ خدا کی قبر کا بخلوص اعتقاد بوسہ دے تو جوانمردی کی قسم ہے کہ تجھ کو نور باطن حاصل ہوگا۔

پختہ قبر اور گنبد بنانے کا بیان

مختار مسلک اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ مشائخ۔ علماء۔ صلحا۔ اولیا۔ سادات کی قبروں کو پختہ بنانا اور قبروں کے گرد قبہ اور گنبد بنانا جائز و درست ہے اور یہ مستند دلیلوں سے ثابت ہے۔

سوال۔ میں وہ مستند دلیل سننا چاہتا ہوں۔

جواب۔ سنو۔ انشاء اللہ بہت سی دلیل سناؤں گا۔

عـ۱ قرآن شریف پندرہواں پارہ سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى

اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا اُهْ ترجمہ۔ ہم نے لوگوں کو اصحاب کہف کے حال پر مطلع کر دیا تاکہ یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں۔ جب اصحاب کہف کے حال پر لوگ مطلع ہوئے تو ان کے بارے میں جھگڑنے لگے اور بولے کہ ان کے غار پر عمارت بنا دو۔ ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب واقف ہے۔ جو لوگ ان کے معاملہ میں غلبہ رکھتے تھے وہ بولے کہ ہم ان کے غار پر مسجد بنائیں گے۔ قرآن شریف کی یہ آیت قبر پر قبہ بنانے کے لئے روشن دلیل ہے۔

ع۲ مذکورہ آیت کی تفسیر میں علامہ خفاجی شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں کہ اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنانے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ علماء وغیرہ کی قبروں پر عمارت قائم کرنا جائز ہے، جیسا کہ تفسیر کشاف میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اس عمارت یا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

ع۳ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں اسی آیتہ کریمہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ شہر کے سرداروں نے یہ کہا تھا کہ ہم غار پر مسجد بنائیں گے، تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس مسجد کے ذریعہ اصحاب کہف کے نشانات باقی رکھیں۔

پس بڑے بڑے مفسرین اور محققین کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ قبروں پر عمارت و مسجد بنانا جائز ہے اور جب اس کا جواز ثابت ہو گیا تو قبہ بنانے کا جواز بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ قبہ از روئے لغت نام ہے بلند عمارت کا چاہے وہ مسجد ہو چاہے مکان و عمارت۔

ع۴ تفسیر روح البیان میں کشف النور سے منقول ہے کہ اولیاء، علماء صلحا کی قبروں پر قبہ بنانا جائز ہے۔ جبکہ اس سے عام لوگوں کی نگاہوں میں تعظیم کا قصد کیا جائے تاکہ لوگ صاحب قبر کی توہین نہ کریں۔

حاشیہ اُھ پ ۱۵ ع ۱۵ آیت ۲۱

۵ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جلوہ افروز ہوئے اور وہ حجرہ اس وقت کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ وہ حجرہ بنایا گیا اور بنوانے والے حضرات صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ تھے۔ اگر مزار پر عمارت بنانا ناجائز ہوتا تو صحابہ کرام نہ بناتے یا صحابہ کرام میں اختلاف ہو جاتا اور پھر دوبارہ سہ بارہ حجرہ نہ بنایا جاتا۔

وہ حجرہ جس میں حضور کا مزار شریف ہے، پہلے کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بڑھایا تو حجرہ کچی اینٹ سے بنوا دیا۔ پھر حضرت عمر بن عبد العزیز نے ولید کے حکم سے حجرہ کو منہدم کر کے نقشہ دار پتھروں سے بنوا دیا اور اس پر کسی نے انکار نہ کیا اور سنہ ۶۷۸ ہجری میں قلاؤں صالحی کے دور سلطنت میں حضور کے روضہ اقدس پر ایک بہت بڑا گنبد بنا جس کو لوگ گنبد خضرا کہتے ہیں، جو کہ مسجد نبوی کے گنبدوں سے بہت زیادہ بلند اور بڑا ہے۔ اگر قبہ کا بنانا ناجائز و حرام ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین اس کے مرتکب ہرگز نہ ہوتے۔ (عینی شرح بخاری۔ جذب القلوب)

۶ درمختار میں ہے کہ مختار مسلک یہ ہے کہ قبر پر عمارت بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۷ میزان شعرانی جلد ثانی میں ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبروں کو پختہ بنانا اور گنبد اس پر بنانا جائز و درست ہے۔

۸ بدایۃ المجتہد جلد اول میں ہے کہ قبروں کا پختہ بنانا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔

۹ عینی شرح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت حجش کی قبر پر قبہ بنوایا اور محمد بن حنفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنوایا۔

ع۱۰ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے کہ سلف صالحین نے علماء فضلاء اولیاء کی قبروں پر قبہ بنانا جائز رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

ع۱۱ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلف صالحین نے مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر قبہ بنانے کو جائز رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس کے نیچے بیٹھ کر آرام پائیں۔

ع۱۲ فتاویٰ شامی جلد اول میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے کہ مشائخ اور علماء اور سادات کی قبروں پر قبہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

ع۱۳ طحطاوی میں دُرر سے منقول ہے کہ قبر پختہ نہ بنائی جائے اور لیپی نہ جائے اور اس پر عمارت نہ بنائی جائے، مگر مختار مسلک یہ ہے کہ قبر پختہ بنانا اور اس کو لیپنا اور اس پر قبہ بنانا جائز ہے۔

ع۱۴ فتاویٰ امدادیہ میں کبیری سے منقول ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں نے قبروں کو اینٹ سے بنانے کی عادت اختیار کی ہے تاکہ قبر محفوظ رہے، کفن کے چرائے جانے سے اور لوگوں نے قبروں کو اینٹ سے بنانا اچھا سمجھا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ جس کو صاحب عقل رکھنے والے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

ع۱۵ شرح السُّنۃ میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنے لڑکے حضرت ابراہیم کی قبر پر کنکریوں کو بچھوا دیا (م) غالباً مٹی پر کنکری بچھانے کی غرض یہ ہوگی کہ نشانِ قبر باقی رہے اور پختہ قبر کی غرض بھی یہی ہے۔

ع۱۶ ابو داؤد شریف میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے پوتے سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ آپ میرے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلیفۂ اول و خلیفۂ دوم کی قبروں کو کھول دیجئے۔ جب انہوں نے کھولا تو میں نے

دیکھا کہ وہ قبریں نہ زیادہ اونچی تھیں نہ نیچی اور ان قبروں پر موضع عرصہ کی کنکریاں سرخ سرخ رنگ کی بچھی ہوئی تھیں، اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلیفہ اوّل و دوم کی قبروں پر سرخ کنکریوں کے بچھانے والے صحابۂ کرام تھے اور یہ قبروں کو پختہ بنانے کی مثل ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مزاروں پر چادر چڑھی ہوئی تھی جس کو کھولنے کے لئے حضرت قاسم نے اپنی پھوپھی سے کہا۔ اصل عبارت حدیث یہ ہے۔
اِكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ
ترجمہ:۔ میرے لیے حضور اور دونوں خلیفوں کی قبروں پر سے چادر یا غلاف کھول دیجئے۔

سوال ۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے حجرہ کا دروازہ کھولنے کو کہا تھا تو کیا یہ غلط ہوگا؟

جواب۔ بے شک یہ مطلب غلط ہے، کیونکہ کشف کا لفظ پردہ یا چادر وغیرہ اٹھانے یا کھولنے کے لئے آتا ہے اور دروازہ کھولنے کے لیے فتح کا لفظ آتا ہے اور مذکورہ حدیث میں کشف کا لفظ آیا ہے جس سے چادر یا غلاف کا کھولنا مراد ہے۔

سوال ۔ قبروں کو لیپنا اور سرہانے کوئی علامت لگانا اور سرہانے پتھر یا کسی دوسری چیز پر ضرورت کے وقت لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۔ دُرِّ مختار اور شامی میں ہے کہ قبروں کو لیپنا مختار مسلک کی بنا پر مکروہ نہیں ہے اور امام بزدوی نے کہا کہ اگر قبر کے پاس لکھنے کی ضرورت ہو تاکہ نشان قبر باقی رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور ابو داؤد شریف میں ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حضور کے دودھ بھائی کا انتقال ہوا اور دفن کیے گئے تو حضور نے ایک شخص سے کہا کہ ایک پتھر لے آؤ۔ پتھر وزنی تھا وہ شخص نہ لا سکا تو حضور نے اپنی آستین چڑھائی اور پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون

کے سرہانے لگا دیا اور فرمایا اس علامت کے ذریعہ اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا۔ اور اپنے گھر کے مُردوں کو ان کے پاس دفن کروں گا۔

قبروں پر چادر چڑھانے کا بیان

جمہور فقہا اور علماء کے نزدیک اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزاروں پر غلاف ڈالنا، چادر چڑھانا جائز ہے اور فقہ کی کتابوں سے اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزارات پر بھی غلاف چڑھے ہوئے تھے، جیساکہ ذیل کی حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔

سوال۔ وہ حدیث شریف بیان کر دیجئے۔

جواب۔ اس حدیث کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ پھر دوبارہ بیان کرتا ہوں ابو داؤد شریف میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل کے پوتے سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے میری ماں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلیفہ اوّل و دوم کی قبروں پر سے میرے لئے غلاف اٹھا دیجئے (تاکہ قبروں کی ہیئت کو دیکھوں) انہوں نے تینوں قبروں سے میرے لئے غلاف کو ہٹا دیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ قبریں نہ زیادہ بلند تھیں نہ بہت پست اور ان پر موضع عرصہ کے سرخ پتھروں کے ٹکڑے بچھے ہوتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کے اوپر سے غلاف اٹھا دیجئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اٹھا دیا۔ پس وہ عورت رونے لگی اور مر گئی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دونوں خلیفوں کے مزارات پر غلاف پڑے ہوئے تھے اور ان غلافوں کے ڈالنے والے صحابہ کرام ہی ہوں گے۔ حدیث شریف میں اِکْشِفِی کا لفظ آیا ہے اور کشف کے معنی

یا کسی برتن وغیرہ کو کھولنے کے ہیں۔ جب حدیثوں میں اِکْشِفِیْ کا لفظ وارد ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور اور دونوں خلیفوں کے مزارات پر غلاف چڑھے ہوئے تھے جس کو اٹھانے کے لئے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے کہا اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو اُٹھا کر زیارت کرائی۔ یہاں پر کسی کا یہ تاویل کرنا اور مطلب نکالنا کہ حجرہ (روضہ) کا دروازہ بند تھا۔ دروازہ کے کھولنے کی درخواست حضرت قاسم نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی۔ یہ تاویل بالکل لغو و باطل ہے۔ کیونکہ دروازہ کھلوانے کے لئے اِفْتَحِیْ کا لفظ کہا جاتا ہے نہ کہ اِکْشِفِیْ کا لفظ۔

سوال۔ فقہ کی کتابوں میں مزارات پر چادر چڑھانے کو اگر جائز لکھا ہے تو اس کو بیان کیجئے۔

جواب۔ امام نابلسی نے مزارات انبیاء، اولیاء پر چادر چڑھانے کے جواز کو اپنی کتاب کشف النور میں بہت مدلّل اور واضح طور پر بیان فرمایا ہے اور علامہ شامی کی کتاب عقود الدّریہ میں ہے کہ بعض فقہا نے پردہ اور کپڑے صالحین اور اولیائے کرام کی قبروں پر ڈالنے کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں (علامہ شامی) کہ اگر اس سے عوام کی نگاہوں میں اولیائے کرام کی تعظیم مقصود ہو، تاکہ صاحب مزار کی تحقیر و توہین نہ کریں اور اس لئے کہ اہلِ غفلت جب زیارت کریں تو ان کے دل جھکیں اور ادب کریں اور یوں ادب اولیاء اللہ کی نہ کرتے ہوں، حالانکہ ان کے ارواح پاک ان کے مزارات کے پاس حاضر ہیں تو اس غرض سے مزارات پر غلاف ڈالنا، چادر چڑھانا جائز ہے۔ اس سے منع نہ کرنا چاہیے، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

اِستمداد کا بیان

استمداد کے معنی ہے مدد مانگنا۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو خواہ

زندہ ہوں خواہ مردہ وسیلہ بنانا اور ان کے واسطہ سے مدد مانگنا اور یوں کہنا اے اللہ میں تیری بارگاہ میں سرکار دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو یا فلاں شیخ کی روح کو اپنے فلاں کام میں وسیلہ لایا ہوں۔ یہ صورت بلا شبہ جائز ہے۔ تمام اُمتِ محمدیہ کے نزدیک اور چاروں مذہب کے علماء، فقہا محدثین بھی جائز کہتے ہیں اور بے شمار واقعات اس کے جواز کے بارے میں قرآن پاک۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تواریخ میں ملتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہ ہوگا جس کو دوسروں سے مدد لینے کی ضرورت نہ ہوتی ہو۔ شیر خوار بچہ بھوک کے وقت دودھ کے لئے روتا ہے اور منہ پھیر پھیر کر بار بار ماں کو دیکھتا ہے، جس سے اس کی ماں کو پتہ چلتا ہے کہ وہ دودھ کا طالب ہے۔ اگر نفس مدد مانگنا ناجائز ہوتا تو خداوند کریم ننھے ننھے بچّوں کو یہ طریقہ نہ سکھاتا اِسی طرح مریض جب نامی طبیب کے مطب میں حاضر ہوتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ حکیم صاحب ایسا نسخہ لکھ دیں کہ فوراً صحت ہو جائے اور آدمی جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو لاٹھی سے مدد لیتا ہے کبھی اس پر زور دے کر چلتا ہے کبھی لاٹھی کے ذریعے زمین کا حال دریافت کرتا ہے۔ اگر لاٹھی نہ رہے تو ایک قدم نہ چل سکے۔ ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گر پڑے۔ غرض کہ انسان بچپن سے آخر عمر تک اپنے ہر کام میں دوسرے سے مدد لینے کا محتاج ہے۔

سوال۔ قرآن پاک کی کس آیت سے وسیلہ پکڑنا اور مدد چاہنا جائز ہے؟

جواب۔ ۱؎ اس آیتہ سے فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ ؕ ترجمہ۔ سیکھا حضرت آدم علیہ السّلام نے اپنے رب سے چند کلمات کو جس سے اُن کی توبہ قبول ہو گئی۔ صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام سے خطا سرزد ہوئی تو اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا خداوندا میں تجھ سے محمّد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ محمّد صلّی اللہ

[illegible] ع ۴ آیت ۳۷

علیہ وسلم کون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش کی طرف اپنی گردن اٹھائی۔ اس پر لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس سے میں نے سمجھا کہ محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ایسے مرتبے کے ہیں کہ کسی اور کا یہ رتبہ نہیں، کیونکہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے قصور کو معاف کر دیا۔

سوال۔ اس آیۃ کریمہ کا مطلب تفسیر کی کتابوں میں کیا لکھا ہے بیان کر دیجئے۔

جواب۔ ع۱ حضرت علّامہ جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور میں فَتَلَقّٰی اٰدَمُ کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام سے خطا ہوئی اور ان کو سخت ندامت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے اور کہا کہ اے آدم علیہ السّلام ہم تم کو ایسا طریقہ توبہ کا بتاتے ہیں جس سے تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السّلام نے کہا اے اللہ محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے وسیلہ سے میرا قصور معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا ان کو تم نے کیسے جانا ہے کہا تیرے نام کے ساتھ ان کا نام عرش پر لکھا ہوا پایا۔ جس سے میں نے سمجھا کہ ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تم سچ کہتے ہو ہم نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ اسی طرح دیلمی شریف۔ مسند فردوسی۔ شفاء السّقام بیہقی شریف میں ہے۔

ع۲ تفسیر در منثور میں حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور سے دریافت کیا کہ کون سے کلمات اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو بتائے تھے، جن سے حضرت آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے کہا اے اللہ بواسطہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم وحضرت علی وحضرت فاطمہ وحسن وحسین ہماری توبہ قبول کر۔ حق تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی

دوسری آیۃ وسیلہ طلب کرنے کی یہ ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

ترجمہ۔ ڈھونڈو اس تک یعنی اللہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ۔ وسیلہ وہ ہے
جس سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کی جائے۔ عام اس سے کہ بذریعہ جسم
ہو یا بذریعہ قول ہو یا بذریعہ فعل ہو۔ اس آیۃ کریمہ میں خدا کا خود حکم ہے کہ
میرے تقرب کے لیے وسیلہ ڈھونڈو۔

۵ ترمذی شریف۔ ابن ماجہ۔ لنسائی۔ بیہقی میں حضرت عثمان بن حنیف
سے مروی ہے کہ ایک اندھا حضور کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری بینائی کے
لیے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اگر منظور ہو تو دعا کردوں اور اگر چاہو تو صبر کرو۔ یہ
بہتر ہوگا۔ اس نے کہا کہ دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے کہو
اے اللہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے وسیلہ سے بینائی چاہتا ہوں۔ اس
اندھے نے ایسا ہی کیا اور آنکھ کی روشنی درست ہوگئی۔

۶ خلاصۃ الوفا میں بیہقی سے منقول ہے کہ حضرت مالک دار جو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے خازن تھے، کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں
مدینہ منورہ کے اندر بڑا قحط پڑا۔ پس ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم
کی قبر شریف کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے پانی طلب کیجئے
ہلاک ہوئی جارہی ہے۔ پھر اس شخص نے خواب دیکھا۔ خواب میں اس شخص کو کہا
گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور سلام کہو اور یہ خبر پہنچاؤ کہ اب پانی
پڑے گا اور کہو کہ تم عقلمندی کا التزام کرو۔ وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے پاس آیا اور یہ قصہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار زار روئے اور کہا
اے پروردگار ہم قصور نہیں کرتے مگر اس چیز میں کہ ہم اس میں عاجز ہوتے ہیں۔
اس حدیث سے یہ بات سمجھی گئی کہ عالم برزخ میں حضور سے مدد طلب کی گئی۔ اگر
اس میں کچھ مضائقہ ہوتا تو مدد نہ طلب کی جاتی۔ ایسی حدیثیں بکثرت وارد ہیں۔ حضور
سائل کے سوال کو سنتے ہیں اور جس طرح دنیا میں حضور سے سوال کرنا جائز تھا۔
اسی طرح عالم برزخ میں بھی جائز ہے۔

ع۷ شفاء السقام میں ہے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں بہت قحط پڑا۔ جس کی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور کے روضہ میں آسمان کی طرف ایک سوراخ کرو۔ ایسا کیا گیا اس کے بعد خوب پانی برسا جس سے اچھی طرح گھاس اُگی۔ اور اونٹ موٹے تازے ہو گئے۔ مدد چاہنے کی ایک صورت یہ بھی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

ع۸ خلاصۃ الوفاء میں ہے کہ۔ ابوبکر مقری کہتے ہیں کہ ہم اور طبرانی اور ابوالشیخ رسول اللہ کی مسجد میں بھوکے تھے۔ تمام دن یوں ہی گزرا۔ رات کو ہم لوگ حضور کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ بھوکے ہیں۔ پھر اپنی جگہ پر آ گئے اور ابوبکر سو رہے اور ابوالشیخ اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھتے تھے۔ اتنے میں ایک علوی آیا، جس کے ساتھ دو غلام تھے اور ہر غلام کے ہاتھ زنبیل میں بہت سا کھانا تھا۔ ہم لوگوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور جو کچھ بچ رہا ہم لوگوں کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر علوی نے کہا کیا تم لوگوں نے حضور سے کھانے کی شکایت کی تھی؟ ہم نے حضور کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔

ع۹ خلاصۃ الوفاء میں ہے۔ ابوالعباس کہتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تین روز سے بھوکے تھے۔ ناچار قبر مبارک کے پاس جا کر بھوک کی شکایت کی۔ اور سو رہے پس ایک عورت نے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر مجھے جگایا اور اس کے ساتھ مکان تک گیا اور وہ گیہوں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لے کر آئی اور کہا کھاؤ۔ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کو کھانا کھلا دوں اور جب تم کو کھانا کھانے کی خواہش ہو، میرے پاس چلے آیا کرو۔ ہم تم کو کھانا کھلائیں گے۔

ع۱۰ مصباح الظلام میں ہے۔ عبدالرحمٰن جزولی کہتے ہیں کہ ہماری آنکھ ہر سال درد کرتی تھی۔ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو بدستور آنکھ آ گئی۔ ہم حضور کے

روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کی حمایت میں ہیں اور ہماری آنکھ دکھتی ہے۔ پس آنکھ اچھی ہوگئی اور پھر کبھی کسی قسم کی شکایت نہ ہوئی۔

ع۱۱ کتاب الکبائر میں ہے۔ شیخ دمشقی کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں آٹا خریدنے گئے تو بنیئے نے کہا کہ خلیفہ اوّل و دوم پر لعنت کرو تب دوں گا۔ میں نے کہا یہ نہ ہوگا۔ اس نے کئی بار ایسا ہی کہا اور ہنستا رہا۔ میں نے کہا خدا اس پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہو۔ اس نے میری آنکھ پر ایسا گھونسا مارا کہ آنکھیں بہہ کر رخسارے پر آگئیں۔ یہ کیفیت میں نے ایک دوست سے بیان کی۔ پھر حجرہ مبارک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مظلوم ہوکر فریادی آیا ہوں۔ میری مدد کیجیے۔ صبح کو جب سو کر اُٹھا تو دونوں آنکھیں درست تھیں۔ پھر دوسرے دن جب میں بنیئے کے پاس گیا تو میرا حال دیکھ کر ایمان لے آیا۔

ع۱۲ شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں بے حس ہوگیا تو اُن سے کہا گیا کہ آپ اپنے کسی ایسے محبوب کا نام لیجیے جس سے بڑھ کر پیارا نہ ہو، پاؤں درست ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، محمداہ، پاؤں یکدم اچھا ہوگیا۔

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک مدد چاہنا جائز۔ دوسرے غائب کو پکارنا جائز۔

ع۱۳ خلاصۃ الوفا میں ہے۔ ابو محمد شبلی کہتے ہیں کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے طبیبوں نے جواب دے دیا۔ ایک شخص جس کا نام وزیر ابی الخصال تھا، اُس نے اس کی طرف سے ایک درخواست حضور کی خدمت میں بھیجی، جس میں اچھے ہونے کی درخواست کی تھی۔ جب قاصد نے آکر مدینہ منورہ میں آپ کے روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہوکر درخواست پڑھی تو فوراً وہ شخص اچھا ہوگیا۔

۱۴ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا پاؤں بے حس ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے کسی محبوب کا نام لو۔ اس نے "یا محمداہ" کہا۔ تکلیف جاتی رہی۔ اس حدیث کو ابن سنی نے عمل الیوم واللیل میں اور ابن تیمیہ نے کلم طیب میں اور حافظ ابن ابی جمرہ نے شرح مختصر بخاری میں لایا ہے۔

۱۵ ابن جوزی صفوۃ الصفوہ میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم حزبلی کہا کرتے تھے کہ حضرت معروف کرخی کی قبر مقصد کے حاصل ہونے کے لئے تریاق کا کام کرتی ہے۔

۱۶ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نسائی کے حاشیہ میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی قبر دعاء کے قبول ہونے کے لئے مجرب تریاق ہے۔

۱۷ عقود الجمان میں ہے کہ ہمیشہ علماء اور اہل حاجت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کرتے تھے اور اپنی حاجت میں امام صاحب کا وسیلہ پکڑتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان سے حاجت برآتی ہے۔ اس توسل میں اصحاب امام شافعی بھی شامل ہیں۔ حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری نے اس مضمون کو اپنی کتاب خیرات الحسان میں لکھا ہے۔

قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کا بیان

پھول نباتات میں سے تر چیز ہے جب تک اس میں تری ہے وہ زندہ کے حکم میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے، جیسا کہ قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ خلاصہ ترجمہ۔ تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ جب کوئی پھول یا تر چیز قبر پر ڈال دی جائے تو وہ تسبیح کرے گی اور اس تسبیح سے قبر والے کو انس ہوگا۔

سوال۔ کیا یہ حدیث سے بھی ثابت ہے؟

جواب۔ ہاں، قرآن پاک کی آیت سے تو اس کا ثبوت ہو چکا۔ اب حدیث سنو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے کھجور کی ایک شاخ منگوائی اور اسے بیچ سے پھاڑ کر آدھی آدھی شاخ دونوں قبروں پر ڈال دی اور فرمایا جب تک یہ تر رہیں گی ان کی تسبیح کی برکت سے قبر والوں پر عذاب میں کمی رہے گی۔

(مسلم۔ بخاری)

سوال۔ علماء و محدثین نے اس حدیث سے کیا مطلب اخذ کیا ہے؟

جواب۔ اس حدیث سے قبروں پر ہری چیز اور پھول ڈالنے کو جائز قرار دیا ہے اور حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اسی حدیث سے قبروں پر پھول اور سبزی ڈالنے کا استدلال کیا ہے اور طحاوی میں ہے کہ ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض اماموں نے فتویٰ دیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں قبروں پر پھول اور تر شاخوں کے ڈالنے کا جو دستور ہے وہ سنّت ہے اور اوپر والی حدیث سے ثابت ہے اور کنز العباد، فتاویٰ غرائب، فتاویٰ ہندیہ میں ہے گلاب وغیرہ کا پھول قبروں پر ڈالنا اچھا ہے۔ جب تک وہ تازہ رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے اور میت کو اس سے اُنس حاصل ہوگا۔

مُردوں کے سُننے کا بیان

اہل سنت والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ مُردے سُنتے ہیں اور یہ عقیدہ قرآن پاک اور احادیث نبویّہ کے بالکل موافق ہے۔ قرآن پاک کی متعدد آیتوں سے مُردوں کا سُننا ثابت ہوتا ہے اور اس بارے میں حدیثیں بھی بے شمار ہیں کہ مُردے سُنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور ملاقاتی کو پہچانتے ہیں اور اُن سے

خوش ہوتے ہیں، محبت کرتے ہیں اور اُن کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جو نیا مُردہ اُن کے پاس پہنچتا ہے، اس سے اپنے گھر والوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔ یہ صرف مومن مردے کے متعلق نہیں ہے، مومن و کافر سبھوں کو مرنے کے بعد شعور و ادراک اور حواس حالتِ زندگی کی طرح باقی رہتے ہیں، بلکہ مرنے کے بعد شعور و ادراک بڑھ جاتے ہیں۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ مُردوں پر عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ اگر اُن میں اِدراک و شعور نہیں تو نفع و نقصان کیسے ہو سکتا ہے۔

مخالفین اِن دونوں آیتوں سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے۔ ایک جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔ جس کے معنی ہوئے آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے۔ اور دوسری جگہ پر ہے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ جس کے معنی ہوئے آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے جو قبروں میں پڑے ہیں۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ مُردے نہیں سُنتے وہ ان ہی دونوں آیتوں سے دلیل پکڑتے ہیں، مگر اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ پہلی آیت میں مُردوں سے مراد اور دوسری آیت میں قبر والوں سے مراد کفّار ہیں۔ جب حضور وعظ فرماتے تھے اور کفّار اس کا اثر نہ لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے میرے حبیب کفّار کے قلوب مُردہ ہیں۔ ان کو آپ وعظ نہیں سنا سکتے یعنی وہ آپ کی باتوں کو سُنتے ضرور ہیں، مگر آپ ان کو ایسا نہیں سُنا سکتے کہ وہ آپ کی باتوں کو تسلیم ہی کر لیں۔ ایسا سُنانا میرا کام ہے جیسا کہ دوسرے مقام میں خدا کا ارشاد ہے۔ آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ جسے آپ پسند کریں، لیکن جسے خدا چاہے ہدایت دیتا ہے۔ غرض کہ ان دونوں آیتوں میں سُنانے کی نفی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مُردے نہیں سُنتے ہیں۔ مُردوں کا سُننا تو بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ نیز ان دونوں آیتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مُردے سُنتے ہیں۔

حدیث۱ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ

اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر آئیں تو کہا اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تمہیں اسی مقام پہ دفن کرتی جہاں مرے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مُردے سنتے ہیں، ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا مہمل ہوگا۔

(ترمذی شریف)

حدیث ۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب کوئی قبر کے پاس سے گزرنے والا سلام کرتا ہے تو مُردے سُن کر جواب دیتے ہیں۔

(طبرانی)

حدیث ۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور بدر کے کنوئیں پہ تشریف لائے اور کافر مُردوں کو خطاب کر کے فرمانے لگے کیا پالیا تم نے میرے رب کا وعدہ سچا؟ صحابہ نے کہا آپ مُردوں کو پکارتے ہیں۔ فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سننے والے ہو، مگر یہ ایسا جواب نہیں دے سکتے (جو تم سن لو) (بخاری شریف)

حدیث ۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ہمیں بدر میں ایک کافر کی قتل گاہ دکھائی۔ پھر ان کافروں کے پاس آئے جو مارے گئے تھے اور ہر ایک کا نام ولدیت کے ساتھ پکارتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا پالیا تم نے وعدہ میرے رب کا سچا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا تھا۔ میں نے تو اس کے وعدہ کو سچا پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روح نہیں۔ آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم اُن سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ اس کا جواب تم نہیں سن سکتے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۵۔ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر مُردہ غسل دینے والے۔ کفن دینے والے۔ اٹھانے والے۔ قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے۔ اور اگر اس کو اپنے آرام و آسائش کی خبر ملی ہے

تو اٹھانے والوں کو قسم دیتا ہے کہ مجھے جلدی لے چل اور اگر تکلیف اور گرم پانی اور بھڑکتی ہوئی آگ کی خبر ملی تو قسم دیتا ہے کہ مجھے روک لے۔ کہاں لیے جاتا ہے
(طبرانی۔ مشارق الانوار)

حدیث۶۔ حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔
(بخاری۔ مسلم)

حدیث۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، البتہ مردہ، لوگوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے جب اس کے پاس سے لوگ پیٹھ پھیر کر لوٹتے ہیں۔ (طحاوی شریف)

حدیث۸۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کیا اور اُن کو یہ گمان نہ تھا کہ یہاں پر قبر ہے۔ ناگاہ اس قبر سے سورۂ ملک پڑھنے کی آواز آتی رہی۔ یہاں تک کہ پڑھنے والے نے سورہ ختم کردیا۔ وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور قبر میں سورۂ ملک کے پڑھنے کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سورہ مانعہ ہے یہ سورۂ منجیہ ہے۔ اللہ کے عذاب سے مُردوں کو نجات دیتی ہے۔ (اس سورہ کا پڑھنے والا قبر کا مُردہ تھا) (ترمذی شریف)

حدیث۹۔ حضرت محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس جان کنی کے وقت پہنچا تو اُن سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچا دو گے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مُردے ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں اور زندہ لوگوں کا پیغام پہنچاتے ہیں) (ابن ماجہ)

حدیث۔ روایت ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے پندرہ روز بعد ان کی بیٹی حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور وہ بیمار تھے تو ان سے کہا کہ اے چچا میرے والد کو سلام کہہ دینا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ زندہ آدمی مُردہ کو سلام بھیج سکتا ہے۔ (تاریخ بخاری)

حدیث۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مُردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں تو ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہی رہتا ہے کہ دو فرشتے اس کے پاس آجاتے ہیں۔ پھر وہ مُردہ کو بٹھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نیک بندے اور رسول ہیں۔ پھر اُس مردے سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا ٹھکانہ دوزخ کا دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیرے لئے جنت سے بدل دیا ہے۔ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے۔ اور منافق و کافر کو کہا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا ہوں۔ جو لوگ کہتے تھے وہی میں کہہ دیا کرتا تھا۔ تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ جانا نہ پیروی کی۔ پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے تو ایسا چیختا ہے کہ اُس کی چیخ کو سوائے انسان اور جن کے سب ہی سُنتے ہیں۔ (مسلم بخاری)

مُردوں کو تلقین کرنے کا بیان

تلقین کے معنی ہیں بتلانا۔ سکھلانا۔ جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو اس کو تلقین کرنے کا حکم جس طرح حدیث سے ثابت ہے اُسی طرح مُردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پہ تلقین کرنا بھی اہل سنت والجماعۃ چاروں اماموں کے نزدیک جائز و مشروع ہے۔ البتہ معتزلہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور یہ حدیث و فقہ کی بہت سی کتابوں سے ثابت ہے۔

۱۔ طبرانی شریف اور شرح احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت سعید اور راشد اور ضمرہ اور حکیم حدیثوں کے راویوں نے لوگوں سے کہا کہ جب مردے پر لوگ مٹی برابر کریں اور واپس ہونے لگیں تو مستحب ہے کہ میّت کی قبر کے پاس کوئی شخص یہ کہے اے فلاں کہہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اس کو تین مرتبہ کہے۔ اِس کے بعد کہے اے فلاں کہہ رب میرا اللہ ہے، دین میرا اسلام ہے۔ نبی میرے محمدؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (اسی کا نام تلقین ہے اور اس کا فائدہ آگے معلوم ہوگا۔)

۲۔ شفاء الصدور اور مشارق الانوار اور نزہتہ المجالس میں ہے۔

حضرت ابوسعید بن عبداللہ اسدی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس حالت نزع میں پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا اے سعید جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ وہ کام کرنا جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور آپ کا یہ حکم ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجائے اور بعد دفن اُس پر مٹی کو برابر کرلو تو چاہیئے کہ تم میں سے ایک شخص اس مردہ کے چہرہ کے مقابل کھڑا ہو اور کہے اے فلاں بن فلانہ تو مردہ بلاشبہ اس کو سنے گا اور جواب نہ دیگا۔ پھر کہے اے فلاں بن فلانہ پس وہ مردہ برابر ہوکر بیٹھ جائے گا پھر کہے فلاں بن فلانہ تیسری بار مُردہ کہے گا کہو اللہ تم پر رحم کرے، لیکن یہ کلام تم لوگ نہ سُن سکو گے۔ اس کے بعد تلقین کرنے والا کہے۔ یاد کر تو اُس دین کو جس دین پر تو دنیا میں تھا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَّبِالْکِتَابِ اِمَامًا۔ یعنی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ میں راضی ہوا اللہ کے رب ہونے پر اور قرآن شریف کے امام ہونے پر۔ یہ سُن کر منکر نکیر مردے کے پاس سے ہٹ جائیں گے۔ اور کہیں گے اس کے پاس نہیں بیٹھیں گے

ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اگر مُردہ کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا حوّا علیہا السّلام کی طرف اس کو منسوب کردے۔ یعنی کہے اے فلاں حوّا علیہا السّلام کے بیٹے۔ اس حدیث پر عمل کیا ہے امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور بہت سے مالکیہ نے۔

ع۳ کافی میں شیخ زاہد صفّار سے مروی ہے کہ تلقین کے نہیں قائل معتزلی ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک مرنے کے بعد زندہ ہونا محال ہے، لیکن اہل السنّت والجماعت کے نزدیک مُردوں کو تلقین والی حدیث حقیقی معنی پر محمول ہے۔ یعنی دفن کے بعد قبر پر تلقین کرنا، کیونکہ مُردوں کو زندہ کئے جانے کے بارے میں بے شمار حدیثیں ہیں۔

ع۴ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ مُردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد تلقین کرنا مشروع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے قول سے حضور نے فرمایا ہے کہ تلقین کرو اپنے مُردوں کو کلمۂ شہادت۔ نقل کیا ہے اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے سوائے امام بخاری کے۔ اور تلقین کے جواز کی نسبت اہل سنت والجماعۃ کی طرف کی گئی ہے اور ناجائز کے قائل معتزلی ہیں۔

ع۵ جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں ہے کہ مُردوں کو قبر پر تلقین کرنا اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قبر میں مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے

ع۶ شامی جلد اوّل میں ہے کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ دفن کے بعد تلقین نہ کی جائے، اس لئے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ان کے نزدیک محال ہے اور اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک لَقِّنُوْا اَمْوَاتَكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اپنی حقیقت پر محمول ہے۔ یعنی مُردہ کو دفن کے بعد تلقین کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور حدیثوں میں آیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مُردہ کو دفن کرنے کے بعد تلقین کا حکم فرمایا اور اس طرح تعلیم دی ہے۔ کہو اے فلاں ابن فلانہ یاد کر اس دین کو جس پر تم دنیا میں تھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ آخر تک جیسا کہ اوپر گزرا۔

عُرس کا بیان

لفظ عُرس حدیث شریف کے اس ٹکڑے سے منقول ہے نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعَرُوْسِ۔ قبر میں خدا کے نیک بندوں سے فرشتے کہتے ہیں۔ دُلہن کی طرح آرام و راحت کے ساتھ سوتا رہ۔ اسی حدیث کی بنار پر انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء کرام کے وصال کے دن کو عرس کہتے ہیں۔ اگر کسی بزرگ کے وصال کے دن فیض حاصل کرنے کی غرض سے ان کے دوست واحباب، مریدین و معتقدین، خویش واقارب مزار پر جمع ہو کر یوم وصال کی خوشی منائیں تو اس میں کسی قسم کی شرعی خرابی نہیں ہے، بلکہ شریعت کی رو سے یہ فعل مستحسن اور قابل تقلید ہے۔ نیز ان کے مزار پر حاضر ہو کر کلام اللہ کی تلاوت کرنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو بخشنا اور ان سے فیوض و برکات حاصل کرنا، شیرینی وغیرہ پر فاتحہ کر کے حاضرین پر تقسیم کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ اگر مخالفین دن کی تعیین کی وجہ سے عرس کو ناجائز کہتے ہیں تو یہ غلط ہے۔ مباح کام میں وقت مقرر کرنا مضر نہیں۔ دیکھئے حضور نے لوگوں کو عرفہ، عاشورہ، پندرہویں شعبان کے روزے کا حکم دیا اور شوال کے چھ روزے کا بھی حکم دیا اور رات کو تہجد کی نماز کا حکم دیا اور اشراق وچاشت وغیرہ کی نماز کا بھی حکم دیا۔ اسی طرح ساتویں دن بچے کے عقیقہ کا حکم دیا۔ اِن سب کے اوقات حضور نے مقرر کر دیئے۔ اگر ناجائز ہوتا تو وقت نہ مقرر فرماتے۔ عرس کا دن اور وقت مقرر کرنے میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جائیں اور ایصال ثواب کریں یا فیض حاصل کریں۔ اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ زبدۃ العارفین حضرت سید شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری مخ المعانی میں تحریر فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے وصال کے بعد اختلاف ہوا کہ کس صحابی کو خلیفہ بنایا جائے اور آپ کی قبر شریف کیسی اور کہاں بنائی جائے۔ بعد اختلاف کثیر یہ بات طے پائی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آپ کی قبر شریف بنائی جائے اور جس قسم کی قبر کھودنے والا پہلے آئے ویسی قبر بنائی جائے۔ جب ان کاموں سے فرصت ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بارہویں دن بہت سا کھانا پکوایا اور فاتحہ دیکر شہر مدینہ والوں کو کھلوایا۔ کھانا اس قدر پکوایا تھا جو کہ مدینہ والوں کے لئے کافی تھا۔ لوگ پوچھتے تھے کہ آج کیا ہے؟ جن کو علم تھا انہوں نے جواب دیا اَلْیَوْمُ عُرْسُ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْیَوْمُ عُرْسُ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے حضور کا عرس کیا۔

سوال۔ کوئی اور دلیل بھی عرس کی بیان کیجئے۔

جواب۔ اچھی طرح غور سے سنو، بہت سی دلیل پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے کہا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ اے میرے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوانِ نعمت نازل کر جو ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے عید ہو۔

۲۔ تفسیر کبیر۔ روح البیان۔ تفسیر مدارک وغیرہ میں اس آیتہ کے بعد ہے کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نعمت کے ملنے کے دن خوشی کرنا اور اس کی تعظیم و تکریم کرنا انبیاء علیہم السّلام کی تعلیمات اور پروردگار کی خوشنودی میں سے ہے۔ (اسی بنا پر عرس کے دن اگر اظہار خوشی اور ایصال ثواب کا سامان کیا جائے تو کوئی قباحت نہیں، کیونکہ اولیائے کرام، علماء صلحاء کے وصال کے دن خوشی کے لحاظ سے عید سے بدرجہا افضل و بہتر ہے، کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ سے ملنے کا دن ہے۔)

۳۔ تفسیر درمنثور اور تفسیر کبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ہر سال کے شروع میں شہدائے اُحد کے مزار پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین بھی جاتے رہے۔ اِس سے ثابت ہوا کہ حضور ایک خاص دن میں شہداء کے پاس جایا کرتے تھے۔

۴۔ درثمین میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد نے خبر دی کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دن کھانا کھلایا کرتا تھا تاکہ اس کے ذریعہ حضور سے اتصال ہو۔ ایک سال مجھ کو ہاتھ نہ آیا جس سے کھانا پکواتا۔ صرف بھُنے ہوئے چنے موجود تھے، وہی تقسیم کردیئے۔ پھر خواب میں حضور کو دیکھا وہ چنے حضور کے سامنے رکھے ہوتے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ خوشی چہرۂ مبارک سے ظاہر ہے۔

۵۔ زبدۃ النصائح میں ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ہر سال اپنے والد ماجد کا عرس کیا کرتے تھے۔

۶۔ فتاویٰ عزیزیہ میں ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ عرس کا دن اگر میت کی دعا کے لئے یا یاد دہانی کے واسطے ہو تو مضائقہ نہیں۔ اسی فتاویٰ میں دوسری جگہ ہے۔ سال کے بعد ایک روز مقرر کرکے اجتماعی طور پر بہت سے لوگ جمع ہوکر قرآن شریف کا ختم کریں اور شیرنی یا کھانا پر فاتحہ کرکے حاضرین پر تقسیم کریں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اس سے زندوں اور مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (اِن تمام دلیلوں سے روشن طور پر عرس کا کرنا جائز ثابت ہوگیا۔)

علم غیب کا بیان

علم غیب کی دو قسم ہے۔ ذاتی و عطائی۔ ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی کے بتائے ہوئے غائب چیزوں کا علم ہو جائے اور عطائی کا مطلب یہ ہے کہ

غائب چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہو۔ علم غیب ذاتی خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور علم غیب عطائی انبیا علیہم السّلام واولیاء کرام کو تھا۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنی غیب دانی کی نفی کی ہے، اس سے غیب ذاتی مراد ہے اسی طرح حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جس جگہ اپنی غیب دانی سے انکار کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں۔ اس سے بھی مراد علم غیب ذاتی ہے نہ کہ علم عطائی۔ اس تقسیم کے بعد یہ مسئلہ روشن ہو گیا۔ یہاں پر یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ علم غیب عطائی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ منکرین علم غیب کے پاس ان حدیثوں کا کچھ جواب نہیں، جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے عذاب قبر، جنت کی نعمت، دوزخ کی آگ، سوال منکر نکیر، قبر کی تنگی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے وقت آنے سے پہلے ملکوں کے فتح ہونے کی خبر دی ہے اور آخر زمانہ کی بہت سی خبریں پہلے آپ نے دیں اور بعد میں اسی طرح وجود میں آئیں۔ ابوجہل نے پوچھا کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟ آپ نے بتلا دیا کہ کنکری ہے۔ بادشاہ فارس کے قتل کی خبر اسی دن آپ نے دی جس روز وہ مارا گیا۔ نجاشی بادشاہ کی موت کی خبر آپ نے دی اور نماز جنازہ پڑھی۔ یہ بھی خبر دی کہ خیبر کا قلعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ بکری کے گوشت میں زہر ہونے کی خبر آپ نے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خارجی کو قتل کر دیں گے۔ یہ بھی خبر دی وغیرہ وغیرہ۔ اور آپ نے بدر کی لڑائی میں جس کافر کے قتل کی جگہ بتلائی تھی وہ وہیں قتل کیا گیا۔ مخالفین کے پاس ان حدیثوں کا کچھ جواب نہیں۔ ان تمام حدیثوں سے روشن طریقہ پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ عالم الغیب تھے اور آپ کا علم عطائی تھا۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہر قسم

کے غیب کو جانتے تھے یا آپ کو تمام پہلی اور پچھلی چیزوں کا علم تھا اِس سے مراد بھی وہی علم غیب عطائی ہے۔ قرآن شریف کی بہت سی آیتوں سے اور بے شمار حدیثوں سے حضور کا عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سوال۔ اگر حضور کو علم غیب تھا تو جب کافروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی تو کیوں تردد و پریشانی ہوئی؟ جب وحی نازل ہوئی تو آپ کو اطمینان ہوا۔

جواب۔ حضور کو واقعہ کی صفائی معلوم تھی، مگر تردد و پریشانی کفّار، منافقین کی زبان درازی اور بے جا اعتراضات کی بناء پر تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برارت اور واقعہ کی صفائی خود اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ کردے، تاکہ کفار کے منہ بند ہوجائیں۔ اِسی لئے آپ نے کچھ زبان مبارک سے نہ فرمایا۔

سوال۔ قرآن پاک کی کن آیتوں سے حضور کا عالم الغیب ہونا ثابت ہوتا ہے؟

جواب۔ مندرجہ ذیل آیاتِ کریمہ سے۔

۱۔ قرآن پاک میں ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط پ۵ ع ۱۴ آیت ۳

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ چیزیں سکھلائیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ اِس سے مراد علم غیب کا سکھلانا ہے۔

۲۔ سورۂ آلِ عمران میں ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط پ ۴ ع ۹ آیت ۱۷۹

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو غیب پر آگاہ نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جن کو چن لیتا ہے اُن کو غیب کی باتوں سے آگاہ کردیتا ہے۔

۳۔ سورۂ نحل میں ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ط پ ۱۴ ع ۱۸ آیت ۸۹

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے جس میں ہر شے کا روشن

بیان ہے۔

۴؎ تیسواں پارہ میں ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ پ۳۰ ع ۶ آیت ۲۴

ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کی باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

۵؎ سورہ جن میں ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۝ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے غیب کی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہے، مگر رسولوں میں سے جن کو پسند کرتا ہے اس کو مطلع کر دیتا ہے۔

سوال۔ حدیثوں سے حضور کا عالم الغیب ہونا ثابت کیجئے۔

جواب۔ سنو۔ بتاتا ہوں۔

۶؎ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور جو چیز قیامت تک ہونے والی تھی سب کو بیان کر دیا۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا، جس نے بھلا دیا اُس نے بھلا دیا۔ (مسلم۔ بخاری)

۷؎ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ پھر اُتر کر آپ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر منبر پر جا کر خطبہ پڑھا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھا۔ یہاں تک آفتاب ڈوب گیا۔ آپ نے ان وعظوں میں تمام ان باتوں کو بیان کر دیا جو پہلے ہو چکی تھیں یا آئندہ ہونے والی تھیں۔ ہم میں زیادہ حافظ والا ان باتوں کا زیادہ جاننے والا ہے۔

(مسلم شریف)

۸؎ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز یہاں تک کہ جنت و دوزخ سب مجھ کو یہاں دکھلا دیئے گئے ہیں۔ (مسلم شریف)

۹؎ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ خدا کی قسم جس چیز کا تم سوال کروگے میں تم کو خبر دوں گا۔ (مسلم شریف)

۱۰؎ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے قیامت تک سب ہونے والی چیزوں کو خطبہ میں بیان فرمادیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

۱۱؎ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو میں جانتا ہوں اور سب سے پیچھے جو شخص دوزخ سے نکالا جائے گا اس کو بھی میں جانتا ہوں (شمائل ترمذی)

۱۲؎ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میری ساری اُمت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے سامنے پیش کی گئی۔ (مسلم۔ ترمذی)

سوال ۔ کیا حضور کے سوا اوروں کو بھی علم غیب تھا؟

جواب ۔ بیشک پیغمبروں کو اور اولیاء کو بھی علم غیب تھا۔ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ میں تم کو سب کچھ بتا دوں گا جو تم کھاتے ہو یا جمع رکھتے ہو اور حضرت یوسف علیہ السّلام کا قیدیوں کے بارے میں قول ہے کہ آج تمہارے پاس فلاں کھانا آئے گا۔

سوال ۔ حضور کے سوا بعض نبی کے عالم الغیب ہونے کا پتہ تو معلوم ہوا۔ ولی کے عالم الغیب ہونے کا ثبوت دیجئے۔

جواب ۔ سنو۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں فرمایا۔ کہ مجھ سے پوچھو۔ خدا کی قسم قیامت میں جو چیزیں ہونے والی ہیں اُن کا حال اگر دریافت کروگے تو میں بتا دوں گا۔ (کتاب المصاحف) اور حضرت محبوب سبحانی بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اپنے پروردگار کی قسم میں سب نیک و بد کو جانتا ہوں۔ میری آنکھ لوحِ محفوظ پر ہے اور دوسری جگہ میں فرماتے ہیں اگر میری زبان

پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو تم جو کچھ کھاتے ہو اور گھروں میں جمع رکھتے ہو سب کو میں بتا دیتا۔ تم میرے سامنے مثل شیشہ کے ہو۔ میں تمہارا ظاہر و باطن سب دیکھتا ہوں۔ (بہجتہ الاسرار)

۱۳؎ علامہ ابن حجر مکی شارح بخاری اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اکثر علوم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب دانی سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ آپ کو علم اوّلین اور آخرین سکھایا گیا تھا، جو علم غیب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ تمام کلیات وجزئیات کو شامل ہے۔ یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص بندے کو علوم غیب کی باتوں پر مطلع کردے۔ یہاں تک کہ وہ پانچ امور جن کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اگر ان پر بھی اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع فرمادے تو کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ یہ چند گنی ہوئی چیزیں ہیں۔

۱۴؎ شرح مواہب میں بہت سی حدیثیں حضور کے عالم الغیب ہونے پر دال ہیں۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ حدیثیں منافی ان آیتوں کے نہیں ہیں جن سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی عالم الغیب بلا واسطہ نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے معلوم کرا دینے پر عالم الغیب ہو سکتا ہے۔

غائب کو پکارنے کا بیان

یارسول اللہ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی، یا خواجہ معین الدین اجمیری وغیرہ کہہ کر غائب کو نزدیک یا دور سے پکارنا اور ان کو وسیلہ بنانا چاہیئے۔ وہ نبی ہوں چاہے ولی، جائز ہے۔ اور بے شمار حدیثوں سے یہ مضمون ثابت ہے۔ مختصر اً کچھ حوالے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱؎ ساری دنیا کے مسلمان ہر روز پانچ وقت کی نماز میں اَلتَّحِیَّاتُ پڑھتے

ہیں اور اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ہے۔ اور خود حضور نے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کو یہ تعلیم فرمائی ہے کہ اس طرح نماز میں پڑھا کرو۔ اگر یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا ناجائز ہوتا تو حضور اس سے منع فرما دیتے اور صحابۂ کرام اس کو نماز میں ہرگز نہ پڑھتے۔ پس جب حضور نے اس سے منع نہ فرمایا اور صحابۂ کرام، تابعین وغیرہ اس پر عامل رہے تو بلاشبہ ضرورت کے وقت یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ کہنا جائز ہوا

۲۔ طبرانی شریف میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ایک نابینا کو ایک دعا تعلیم فرمائی اور کہا نماز کے بعد اس کو پڑھا کرو۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو کہ مہربان نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ حضرت عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس آیا۔ گویا وہ کبھی اندھا ہی نہ ہوا تھا۔

۳۔ امام بخاری کتاب ادب المفرد میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں بے حس ہو گیا۔ کسی نے کہا ان کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے کہا یا محمداہ پاؤں فوراً درست ہو گیا۔

۴۔ امام نووی شارح مسلم نے کتاب الاذکار میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں بے حس ہو گیا تھا تو یا محمداہ کہا۔ پاؤں فوراً درست ہو گیا۔

۵۔ نسیم الریاض شرح شفاء میں ہے کہ مدینہ والوں کا یہ دستور تھا کہ پریشانی کے وقت میں حضور کا نام لے کر پکارا کرتے تھے اور آپ سے مدد چاہتے تھے۔

۶۔ مشارق الانوار میں علی خواص سے روایت ہے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہو تو چاہیئے کہ تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرو۔ فرشتے اس سوال کو آپ تک پہنچائیں گے اور کہیں گے کہ فلاں شخص نے آپ کے واسطہ سے فلاں حاجت کا سوال کیا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے پورا ہونے کی دعا کرتے ہیں اور وہ درخواست مقبول ہو جاتی ہے۔ یہی حال اولیاء اللہ کا بھی ہے۔ ان کو بھی فرشتے خبر پہنچاتے ہیں اور وہ بھی حاجت کے پورا ہونے کی سفارش کرتے ہیں۔

۷۔ شیخ الاسلام شہاب الدین رملی سے سوال کیا گیا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگتے ہیں اور یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر جیلانی اور ان کے مثل دوسرے کلمات کہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء اللہ انتقال کے بعد مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ اِس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ بے شک انبیاء، اولیاء علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور یہ حضرات انتقال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں۔

۸۔ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کے استاذ فتاویٰ خیریہ میں لکھتے ہیں کہ یا شیخ عبد القادر کہنا ایک ندا ہے۔ اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

۹۔ سید جمال بن عبد اللہ مکی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے سوال کیا گیا کہ مصیبت کے وقت میں یَا رَسُولُ اللّٰہ، یا علی۔ یا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِر جیلانی کہنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا۔ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا اور ان کا وسیلہ پکڑنا شرع میں جائز ہے اور پسندیدہ چیز ہے۔ اس کا انکار کرنے والا ضدی، اولیاء کرام کی برکت سے محروم رہنے والا ہے۔

۱۰۔ شرح البرزخ میں ہے کہ جب آدمی مشکل وقت میں کسی ولی کو پکارتا ہے اگر وہ ولی زندہ ہیں تو پلک مارتے ہی ان کو یہ خبر ہو جاتی ہے یا کشف قلوب سے ولی کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اور اگر ولی کا انتقال ہو گیا ہے تو فرشتے یہ خبر پہنچاتے ہیں۔ ولی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سفارش کرتے ہیں۔

امکان کذب کا بیان

نعوذ باللہ دنیا میں ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اور وعدہ خلافی کر سکتا ہے، یہ غلط ہے۔ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کسی گنہگار کو سزا دینے کے بدلے مغفرت کر دے تو اس کو مہربانی کہیں گے، جھوٹ نہ کہیں گے۔ اور مخالفین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جب ہر چیز پر قادر ہے تو جھوٹ بولنے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی قدرت ناممکن اور نامناسب امور کی طرف متوجہ نہیں ہوا کرتی، اس لئے وہ اپنا شریک پیدا نہیں کرتا اور نامناسب کام نہیں کرتا۔ یہ عقیدہ نہایت ہی باطل و فاسد اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہو تو کافروں اور ملحدوں کے ایسے ایسے اعتراضات اسلام پر ہونے لگیں کہ جن کا جواب ناممکن ہو جائے اور جن مسائل پر مسلمان قرآن پاک اور وحی کے بھی دلیل لاتے ہیں، ختم ہو جائیں۔ اور قابل وثوق باقی نہ رہیں۔ لوگوں کا مرنے کے بعد اٹھایا جانا، حساب کتاب کا ہونا، جنت و دوزخ کا ہونا اور اچھے لوگوں کا جنّت میں جانا اور بُرے لوگوں کا دوزخ میں جانا، ثواب و عذاب کا ہونا، ماننے کے قابل نہ رہے، کیونکہ اِن تمام چیزوں پر ایمان صرف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ معاذ اللہ! جب اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی تمام خبروں میں شبہ رہے گا کہ شاید یونہی اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہو۔ اس کی کوئی حقیقت واصلیت نہ ہو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے اور وعید بے کار ہو جائیں گے اور اسلام میں کوئی خوبی باقی نہ رہے گی۔ ایسے فاسد عقیدے کے خلاف میں مندرجہ ذیل دلائل موجود ہیں:۔

۱: شرح مقاصد میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا باجماع علما محال ہے کیونکہ تمام عقلاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھوٹ بولنا عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ

پر محال ہے۔ اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا کسی چیز سے بے خبر ہونا یا جھوٹ بولنا دونوں ہی محال ہے۔ وہ ان چیزوں سے برتر ہے۔ اور اسی کتاب میں تیسری جگہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کی خبر میں جھوٹ کا احتمال ہو تو بے شمار خرابیاں پیدا ہو جائیں اور اسلام پر بہت اعتراضات پڑیں اور فلاسفہ حشر میں گفتگو کو تیار ہو جائیں اور ملحدوں کو جھگڑا کا موقع ملے۔ کفّار کا ہمیشہ جہنّم میں رہنا یقینی ہے، اِس پر سے بھی یقین اُٹھ جاتے۔ اسی طرح بہت سی خرابیاں پیدا ہو جائیں۔

۲۔ شرح عقائد نفسی میں ہے۔ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ پر محال ہے۔

۳۔ شرح مواقف میں ہے۔ اہل سنّت اور معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے معتزلہ اس لئے محال کہتے ہیں کہ جھوٹ بُرا ہے اور اللہ تعالیٰ بُرا فعل نہیں کرتا۔ اور اہل سنّت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ جھوٹ عیب ہے، اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

۴۔ مسایرہ میں ہے۔ جتنی نشانیاں عیب کی ہیں۔ جیسے جہل، کذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

۵۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہ کرے گا یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے منزّہ اور پاک ہے۔ ہمارے اصحاب اہل سنت والجماعۃ اس دلیل سے اللہ کے جھوٹ کو ناممکن جانتے ہیں، کیونکہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ تعالیٰ پر نقص محال ہے۔ اور دوسرے مقام میں فرماتے ہیں۔ دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال مانا جائے اور تیسرے مقام میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کو جائز ماننا قریب کفر ہے۔

۶۔ تفسیر بیضاوی میں وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا کے تحت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار کرتا ہے اس سے کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے زیادہ

سچا ہو۔ اس کی خبر میں جھوٹ کا بالکل احتمال ہی نہیں، کیونکہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ پر محال ہے۔

۷ تفسیر علامۃ الوجود میں رہی آیۃ وَمَنْ اَصْدَقُ کے بعد ہے۔ اس آیۃ کریمہ میں انکار ہے اس کا کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو۔ وعدہ میں یا اور کسی خبر میں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

۸ شرح عقائد جلالی میں ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اللہ کا جھوٹ بولنا ممکنات سے نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل ہے۔

۹ کنز الفوائد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بحکم شرع اور بحکم عقل ہر طرح جھوٹ سے پاک ہے، اس لئے کہ جھوٹ کو عقل خود برا سمجھتی ہے۔ بغیر اس کے کہ شرع اس کی برائی بتائے۔ پس جھوٹ بولنا اللہ کے حق میں عقلاً و شرعاً ہر طرح محال ہے۔

۱۰ ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہ کذب محال ہے۔

۱۱ مولانا بحر العلوم فواتح الرحموت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً سچا ہے۔ یہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

شفاعت کا بیان

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حشر کے میدان میں گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ آپ کے سوا بھی جس نبی یا ولی یا عالم یا صالح یا شہید کو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کا اختیار دے گا وہ بھی شفاعت کریں گے۔ شفاعت کی جگہ کا نام مقام محمود ہے۔ اس مقام پر جا کر سفارش کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کر لیا ہے اور حضور کا وہاں پہنچ کر شفاعت کرنا قرآن و حدیث

دونوں سے ثابت ہے۔

۱ قرآن شریف پندرہواں پارے میں ہے عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ ترجمہ۔ قریب ہے کہ بھیجے آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں۔ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔ یعنی مقام شفاعت پر اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعت کے لئے بھیجے گا۔

۲ قرآن شریف تیسواں پارہ میں ہے وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۝ ترجمہ۔ اور البتہ قریب ہے کہ دے گا آپ کو آپ کا رب وہ چیز جس سے آپ راضی ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شفاعت ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا تو آپ خوش ہو جائیں گے۔

۳ بخاری شریف جلد ثانی میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے اذان سن کر اذان کے بعد کی دعا پڑھی اس شخص کے لیے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہوگی۔

۴ کنز العمال میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو شفاعت کرنے کا حق عطا فرمایا۔ یہ شفاعت انشاء اللہ پہنچنے والی ہے اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرے۔

۵ کنز العمال میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ حضور کے پاس آکر شفاعت طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر شفاعت کے لئے بھیجے گا۔

۶ طبرانی اور کنز العمال میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ابھی جبرئیل علیہ السّلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو شفاعت عطا فرمائی۔

---

۱ پ ۱۵ ع ۹ آیت ۷۹ ۲ پ ۳۰ ع ۱۸ آیت ۵

۷ے کنز العمال میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میں اپنی امت کی سفارش کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم راضی ہوئے۔ میں کہوں گا، ہاں راضی ہو گیا۔

۸ے طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص میری زیارت کو آئے اور اس کو زیارت کے سوا اور کوئی حاجت نہ ہو تو قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔

۹ے بیہقی شریف میں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری سفارش واجب ہو گئی۔

۱۰ے بیہقی شریف میں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے باامید ثواب مدینہ میں میری زیارت کی میں قیامت میں اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

۱۱ے ابن ماجہ اور ترمذی میں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی سفارش کروں گا۔

۱۲ے مسلم، ترمذی، ابوداؤد میں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کی سختی پر صبر کرے گا قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا اور گواہ ہوں گا۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر روشنی کرنے کا بیان

سوال۔ کیا مزاروں پر روشنی کرنا جائز ہے؟

جواب۔ اولیاء اللہ کے مزاروں پر یا کسی اور جگہ پہ روشنی کرنا اگر کسی بہتر غرض و مقصد کی بناء پر ہو تو بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔ اس کو اسراف نہ کہا جائے گا اور اگر کوئی بہتر غرض و مقصد نہ ہو تو وہ اسراف میں داخل اور

ناجائز ہوگا۔

سوال۔ وہ بہتر غرض جس کی بنا پر روشنی کرنی جائز ہے بیان کر دیجئے۔

جواب۔ سنو، بہتر غرض کی متعدد مثالیں ہیں:

۱۔ اس جگہ پر مسجد بھی ہو تو اس سے مسجد روشن ہو گی اور اس روشنی سے نمازیوں کو بھی آرام ہوگا۔

۲۔ قبر راستہ کے نزدیک ہو کہ روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا۔ اور مُردوں کو بھی، کیونکہ مسلمان گزرنے والے قبروں کو سلام کریں گے۔ اور فاتحہ پڑھیں گے اور دعا کریں گے اور ثواب پہنچائیں گے۔

۳۔ قبر کے پاس اگر کوئی بیٹھا ہو یا زیارت یا ایصال ثواب کے غرض سے آیا ہو تو اس کو آرام ملے گا۔ اور اگر قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

سوال۔ جب روشنی کرنی ایک قسم کی زینت ہے تو قبر پر زینت کرنے سے کیا فائدہ؟

جواب۔ اس کے فائدوں کو ابھی تین نمبروں میں بیان کیا جا چکا جس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل عبث نہیں ہے، بلکہ بہتر غرض اور صحیح مقصد اس میں موجود ہے اور جب اس قسم کی زینت کی ممانعت کسی کتاب سے ثابت نہیں تو مباح ہوگا۔

سوال۔ قبروں پر روشنی کرنے کے جواز کے دلائل بیان کیجئے۔

جواب۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ[۱] ترجمہ۔ ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ چراغوں کا روشن کرنا زینت کا سبب ہے۔ اور اس زینت کی حرمت میں کوئی نص وارد نہیں۔ اگر ممانعت ہوتی تو صحابۂ کرام روشنی سے زینت نہ کرتے۔

۲۔ اس آیت کے تحت میں تفسیر روح البیان میں جو عبارت ہے اس کا

۱۔ پ ۲۹ ع ۱ آیت ۵

ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی زینت تاروں سے فرمائی ہے تو بندوں کو چاہیے کہ مساجد کی زینت چراغوں اور قنادیل سے کریں۔ اس لیے کہ خیر میں اسراف نہیں ہے۔ اس کے بعد مذکور ہے کہ مزاراتِ اولیاءاللہ پر قنادیل اور فانوس روشن کرنا ان کی تعظیم واجلال کے لیے ہے اور روغن زیتون اور شمع مزار کے قریب جلانا اس میں بھی محبت و تعظیم نکلتی ہے۔ جب مقصد بہتر ہو تو اس سے منع کرنا ہرگز نہ چاہیے۔

۳۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔ اگر نیت صالح ہو تو اس امر مباح پر بھی ثواب کی امید ہے۔

۴۔ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم میں ہے۔ حاشیہ دُرر وغرر میں فتاویٰ بزازیہ سے نقل ہے کہ قبروں کی طرف روشنی لے جانا بدعت ہے اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے جب فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر چراغوں کے روشن کرنے میں کوئی فائدہ ہو۔ مثلاً مقبرہ میں مسجد ہو یا گورستان راستہ کے پاس ہو یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہو یا کسی ولی یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا مزار ہو تو وہاں روشنی جلانا ان کی روح پاک کی تعظیم کے لئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلّی ڈال رہی ہے جیسا کہ آفتاب زمین پر۔ تو یہ جائز ہے۔ تاکہ لوگ جانیں کہ کسی ولی کا مزار ہے اور اس سے برکت حاصل کریں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، کیونکہ ان کی دعا مقبول ہے، یہ جائز ہے۔ اس کی ممانعت ہرگز نہیں، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۵۔ ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض عبث بلا فائدہ قبروں پر روشنی کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عبث اور بے فائدہ ہو، بلکہ کسی فائدہ کی بنا پر ہو تو جائز ہے۔ اس کی ممانعت نہیں۔ غالباً مخالفین اسی حدیث سے ناجائز ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں اور پوری حدیث پر

ان کی نظر نہیں۔ حدیث کا آخری جزو ہے۔ عَبَثًا مِّنْ غَیْرِ فَائِدَۃٍ۔ جس سے نتیجہ نکلا کہ فائدہ کی صورت میں ناجائز نہیں۔

۶۔ سیرت حلبی جلد ثانی میں ہے کہ صحابہ کرام کا دستور تھا کہ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا تو کھجور کی لکڑیاں جلا کر اجالا کر لیتے تھے۔ جب ملک شام سے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو چند قندیل اور رسیاں اور روغن زیتون ساتھ لائے اور مسجد نبوی کے ستون میں قندیلوں کو لٹکا دیئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا یہ روشنی کس نے کی ہے؟ حاضرین نے عرض کیا حضرت تمیم داری نے۔ آپ نے فرمایا نَوَّرْتَ الْاِسْلَامَ الخ یعنی تو نے اسلام کو روشن کر دیا۔

۷۔ سیرت حلبی جلد ثانی کے دوسرے مقام پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نماز تراویح کے لئے لوگوں کو جمع کیا تو بہت سی قندیلیں مسجد میں روشن کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس طرف گذر ہوا تو دیکھا مسجد جگمگا رہی ہے۔ اس وقت بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی اور کہا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا خدا تمہاری قبر کو ایسا ہی روشن کرے۔

۸۔ غنیہ میں حضرت غوث الثقلین بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا دی، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دی۔

ان تمام حدیثوں سے اور تفسیروں سے معلوم ہوا کہ روشنی کے ذریعہ زینت کرنا جبکہ اس میں تعظیم و اجلال اور محبت کا قصد ہو اور صحیح غرض ہو تو ممنوع نہیں ہے، ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی ہرگز نہ کرتے۔

اولیاء اللہ کے لئے جانور ذبح کرنے کا بیان

سوال۔ زید نے ایک بکرا بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ کے لئے پالا یا مرغ۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فاتحہ کے لئے پالا۔ یا گائے یا دنبہ خواجہ صاحب یا مخدوم صاحب کے فاتحہ کے لئے پالا۔ پھر ان جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کیا یا ذبح کرایا اس کا کھانا مسلمانوں کے لئے ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ اس کا کھانا بلاشبہ جائز ہے۔ جانور کے حلال ہونے کے لئے ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا شرط ہے۔ جب ذبح کرنے والے نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر جانور ذبح کر دیا تو جانور حلال ہو گیا۔ چاہے وہ جانور مسلمان کا ہو چاہے کسی کافر کا، چاہے مجوسی کا اور چاہے کسی کے نام پر پالا گیا ہو یا بغیر نام کے پالا گیا ہو۔ ذبح سے پہلے اگر جانور کسی طرف منسوب کیا گیا تھا یا کسی کے نام پر پکارا گیا تھا وہ بالکل قابل اعتبار نہیں۔ صرف ذبح کے وقت کا اعتبار ہے۔

سوال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو جانور کسی کے نام پر پالا گیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا اور سنا کہ ایک آدمی قربانی کا جانور پہلے سے خرید کر پالتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی یا فلاں کی قربانی کروں گا اسی طرح گائے اور بکرا پالتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ بیٹا، بیٹی کی شادی کے لئے پالا ہے یا فلاں کی دعوت کے لئے پالا ہے۔ یا داماد کو کھلانے کے لئے یہ جانور رکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ سب جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال ہو جاتے ہیں تو وہ جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے سے کیوں حرام ہو جائیں گے؟

سوال۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مطلب ایک جماعت یہ بیان کرتی ہے کہ جو جانور کسی ولی یا بزرگ کے نام پر پالا گیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہوگا۔ کیا اس کا مطلب یہی ہے؟

جواب۔ یہ مطلب بالکل غلط ہے۔ حضرات مفسرین نے جو مطلب اس کا بیان کیا ہے اس میں سے تھوڑا میں سناتا ہوں:۔

۱۔ مفردات راغب میں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو جانور بتوں کے لئے ذبح کیا گیا اور ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا (وہ حرام ہے)

۲۔ تفسیر جلالین میں ہے اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا (وہ حرام ہے)

۳۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ جو جانور بتوں کے لئے ذبح کیا گیا اور اس پر اللہ کے نام کا ذکر نہ کیا یعنی لات وعزّٰی کے نام پر ذبح کیا گیا (وہ حرام ہے۔)

۴۔ تفسیر لباب میں ہے کہ جو جانور بتوں اور باطل معبودوں کے لئے ذبح کیا گیا اور بوقت ذبح ان باطل معبودوں کا نام لیا گیا (وہ حرام ہے)

۵۔ تفسیر علامہ ابوالسّعود میں ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بتوں کا نام لیا گیا (وہ حرام ہے۔)

۶۔ تفسیر کبیر جلد دوم میں ہے کہ جو جانور بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ یعنی جس پر غیر اللہ کا نام بوقت ذبح لیا گیا ہو (وہ حرام ہے۔)

۷۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو جانور غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، مثلاً لات وعزّٰی وغیرہ بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا انبیاء علیہم السّلام وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو (وہ حرام ہے۔)

۸۔ ان تمام تفسیروں سے وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مطلب ظاہر ہوگیا اور یہ مسئلہ روشن ہوگیا کہ جو جانور کسی نبی یا ولی یا بزرگ کے فاتحہ کی غرض سے پالا جائے یا اور کسی کے نام پر پکارا جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے نام پر

ذبح کیا جائے وہ بلا شبہہ حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔ اس کو حرام قرار دینا قرآن پاک اور تفاسیر کے فیصلے کے خلاف ہے۔

کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا بیان

سوال۔ کیا کفن پر اور مُردہ کی پیشانی پر کلمہ وغیرہ لکھنا جائز ہے؟

جواب۔ ہاں، جائز ہے۔

سوال۔ اس کے جائز ہونے کی دلیل مجھے بتائیے۔

جواب۔ سنو، اس کے جواز کے دلائل یہ ہیں:

کتاب الاستحسان میں ہے کہ حضرت امام صفار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ اگر میّت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے اور عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔

۲۔ درمختار میں ہے کہ مُردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لئے بخشش کی امید ہے۔

۳۔ درمختار میں ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینہ پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھ دی جائے۔ چنانچہ لکھ دی گئی۔ پھر وہ خواب میں نظر آئے تو ان سے حال دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے اور میری پیشانی پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ دیکھ کر کہا کہ تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔

۴۔ امام ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص اس دعا کو کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے تو اُسے عذاب قبر نہ ہو اور منکر نکیر نظر نہ آئیں۔ وہ دعا یہ ہے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الۡمُلۡكُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ

اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہ

۵۔ حضرت امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ تابعی شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھنے کی وصیت کی اور ان کی وصیت کے مطابق کفن میں لکھ دیا گیا۔

۶۔ حضرت کثیر رضی اللہ عنہ جو کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے ہیں اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پہ کلمہء شہادت لکھا۔

۷۔ فقیہ ابن عجیل رحمۃ اللہ علیہ نے عہد نامہ کے متعلق فرمایا کہ جب یہ لکھ کر میّت کے ساتھ قبر میں رکھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے سوالِ منکر نکیر اور عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا۔ اور ایک دوسری دعا کے متعلق فرمایا کہ جب وہ کفن میں لکھ دیا جائے تو قیامت تک اللہ تعالیٰ اس سے عذاب اٹھا لے گا۔

۸۔ امام حافظ ابن حجر مکّی شارح بخاری نے اپنے فتاویٰ میں تسبیح کے متعلق لکھا ہے کہ جب آسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دیا جائے تو اسے عذاب قبر نہ ہو اور منکر نکیر اس کے پاس نہ آئیں۔

قبر میں شجرہ دینے کا بیان

جب قبر میں دعا وغیرہ کا لکھنا برکت حاصل کرنے کے لیئے اور عذابِ قبر سے بچانے کے لیئے اور منکر نکیر کے سوالات سے محفوظ رکھنے کے لیئے حدیث وفقہ کی کتابوں سے ثابت اور جائز ہے تو قبر میں شجرہ رکھنے کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور نیک بندوں کے ناموں سے برکت حاصل کی جائے اور ان کا وسیلہ پکڑا جائے تاکہ مردہ عذاب قبر اور سوال منکر نکیر سے محفوظ رہے، یہ بھی بلاشبہ جائز ہے۔

سوال۔ کیا بزرگوں کے ناموں سے برکت لینا اور ان کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے؟

جواب۔ ہاں، جائز ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس کی بڑی تفصیل اُوپر گذر چکی۔ اِستمداد کا بیان دیکھ لو۔

سوال۔ کیا مُردوں کو بزرگوں کے نام سے فائدہ پہنچتا ہے؟

جواب۔ ضرور، بزرگوں کے ناموں سے اور ان کی چیزوں سے اور دیگر متبرک چیزوں سے مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

سوال۔ اس کی کوئی مثال پیش کیجئے۔

جواب۔ ۱۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت اُمّ عطیہ صحابیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت کلثوم کو بعد انتقال کے غسل دے رہی تھیں تو حضور نے فرمایا کہ جب غسل ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے تہبند مبارک ہماری طرف ڈال دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ ان کے بدن کے متصل کفن کے نیچے رکھ دو۔

۲۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے لباس اور آثار سے برکت لینا قبر میں بھی مستحب ہے جیسا کہ موت کے قبل مستحب تھا۔

۳۔ حضرت علّامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ صالحین کی چیزوں سے برکت حاصل کرنے کی یہ اصل اور دلیل ہے

۴۔ حضرت علّامہ قسطلانی شارح بخاری اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہ اس لئے کہا تھا تاکہ لباس مبارک کی برکت ان کو پہنچے۔

۵۔ حضرت امام نووی شارح بخاری اِس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ تہبند مبارک پہنانے میں حکمت اس لباس سے برکت دینا ہے اور اس حدیث میں آثار صالحین اور اُن کے لباس سے برکت لینے کی دلیل ہے۔

۶۔ ابن السکن محدث نے روایت کیا ہے کہ حضرت امام ثابت بنانی تابعی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ موئے مبارک میرے پاس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے جب میں مروں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ وہ وصیت پوری کی گئی اور دفن کے وقت موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا گیا۔

۷۔ اخبار الاخیار میں حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنے والد ماجد کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا چند ایسے شعروں کو کاغذ پر لکھو جس میں قصور کی معافی اور مغفرت کا تذکرہ ہو، اور وہ کاغذ میرے کفن میں دے دینا۔

۸۔ کتاب استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمایا کہ یہ کرتہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے انعام دیا ہے۔ اس کو آج کے لئے چھپا رکھا تھا۔ اور یہ موئے مبارک اور ناخن بھی حضور کے ہیں یہ بھی آج کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ جب میں مر جاؤں تو یہ کرتہ میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھ دینا اور موئے مبارک و ناخن کو میرے منہ اور آنکھوں و پیشانی وغیرہ پر رکھ دینا۔

۹۔ مستدرک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مشک تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد مجھے لگا دیا جائے۔ یہ حضور کا بچا ہوا خوشبو ہے۔

۱۰۔ بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور کی ایک چھڑی تھی وہ ان کے سینے اور قمیص کے نیچے ان کے ساتھ ان کے حکم سے دفن کی گئی۔

ان تمام حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صلحا کی متبرک چیزوں سے مُردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح اللہ کے محبوب اور نیک بندوں کے ناموں سے اور ان کے وسیلے سے زندوں کو اور مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

جس کی بے شمار مثالیں اوپر مذکور ہو چکیں۔ اور قبر میں شجرہ رکھنے کی غرض یہی ہوتی ہے کہ ان بزرگوں کے ذریعہ اپنے رب کے حضور میں بخشش اور رحمت و مغفرت کے طالب ہیں۔

۱۱۔ تفسیر روح البیان جلد دوم میں ہے کہ قبر میں شجرہ رکھنا برکت حاصل کرنے کے لئے ہے۔

۱۲۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ فیض عام میں تحریر فرماتے ہیں کہ قبر میں شجرہ رکھنا بزرگانِ دین کے معمول میں سے ہے۔

کلمۂ طیّبہ کا ثواب مُردوں کو بخشنا

جس طرح مُردوں کو قرآن پاک کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ مُردے کی مغفرت کا ذریعہ ہے، اسی طرح مُردوں کو کلمۂ طیّبہ کا ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی مغفرت کا ذریعہ ہے۔

(۱) حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستّر ہزار بار کلمۂ طیبہ پڑھے گا اس کی مغفرت ہو گی اور جس کے لئے اتنی مرتبہ پڑھا جائے گا اس کی بھی مغفرت ہو گی۔ چنانچہ میں نے ستّر ہزار کلمۂ طیّبہ پڑھا اور اس میں کسی کے لئے خاص نیّت نہ کی۔ میں ایک مرتبہ اپنے بعض دوستوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا وہاں ایک جوان بھی تھا، جس کے کشف کا حال بہت مشہور تھا۔ کھانا کھاتے کھاتے بہت رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔ اس وقت میں نے ستّر ہزار کلمے کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا کہ میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھتا ہوں۔

(۲) حضرت مجدّد الف ثانی کے مکتوبات جلد دوم میں ہے۔ آپ نے اپنے

دوستوں سے کہا کہ ستّر ہزار بار کلمۂ طیّبہ پڑھ کر میرے بھائی اور بہن کو بخش دو۔

(۳) الدر المنظوم ملفوظات حضرت سیّد جلال الدین جہانیاں جہاں گشت میں ہے۔ جو شخص کلمۂ طیّبہ ایک لاکھ مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے، اللہ تعالیٰ اُس مُردے کو بخش دیتا ہے، اگرچہ وہ سزا کا مستحق ہو۔

(۴) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیّر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ یا پچھتّر ہزار مرتبہ کلمۂ طیّبہ پڑھا تھا اس کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اس جوان کو ہشاش بشاش پایا۔ پھر سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ اب میں اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں۔

غرض کہ کلمۂ طیّبہ کی بڑی فضیلت ہے اور مُردوں کے لئے مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے۔

تم بتوفیق اللہ تعالیٰ و آخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ

واصحابہٖ اجمعین

سنہ تالیف ۱۳۶۹ ھجری ماہ شوال المکرم

قطعۂ تاریخ از مولانا سیّد علی حسن رونقؔ استھانوی

فاضل شمسی مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف

کہاں ہیں علم و فن کے آج ماہر
دقائق اور حقائق کے وہ شائق

بھرے لاکھوں ہیں اس مخزن میں گوہر
اسے کہتے ہیں عالم بحر رائق

لکھا علّامہ عبد المتین نے
جو مفتی بھی ہیں اور حاجی بھی لائق

ہے تحقیقِ مسائل خوب اِس میں
ہے سچ کہنا اِسے کنز الدقائق

مؤلّفِ اور مؤلَّف دونوں ہی کو
بنادے اے خدا مقبول و فائق

ہدایت کی ہے رونقؔ شمع روشن

کتابِ رہنما کشف الحقائق

۱۳۶۹ ہجری

(راجا رشید محمود)

سرچشمۂ فیض و برکت

مولانا ضیاء الدّین احمد مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ

جن قدسی صفات بزرگوں نے ملّت اسلامیہ پر احسانات کئے۔ دین اسلام کی تبلیغ و تشہیر میں زندگیاں گزار دیں، جن کے دم قدم سے لوگوں کو اسلام کی برکات سے متمتع ہونے کے مواقع ملے ہیں، جنہوں نے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیم کو حرزِ جان بنایا اور ان کے اخلاق کو فروغ دیا۔ ان کا ذکر ہماری محفلوں میں جان اور ان کی یاد ہماری زندگیوں کا سرمایہ ہونی چاہیئے۔ جو قوم اپنے محسنوں کو بھول جانے کی حماقت کرے اور نور کے میناروں سے اکتساب نہ کرے، وہ ذلّت و نکبت کے اندھیروں کا شکار ہو جاتی ہے۔

یہ خدا دوست بزرگ جب تک زندہ رہے، لوگوں کو فیض و برکت کے چشموں سے سیراب کرتے رہے۔ دُنیا کو حسنِ اخلاق اور فیضانِ نظر سے حق کے قریب لاتے رہے، عالم میں انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی ترویج میں مشغول رہے، لوگوں کو اپنے معبودِ حقیقی کے در پر جُھکانے اور محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کے عشق کی جوت ان کے سینوں میں جگانے میں مگن رہے اور اشاعت اسلام اور قرآن و سنّت کی تبلیغ کی روشنی سے عالم کو بقعۂ نور بناتے رہے۔ ایسے نفوس قدسیہ کے فیض کے چشمے ان کی وفات کے بعد بھی جاری

مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی شخصیت بھی انہیں برگزیدہ ہستیوں میں سے ہے جنہوں نے مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر زندگی بھر تبلیغ کی اور حقانیتِ دین کو اپنی گفتار و کردار سے انسانوں کے دلوں میں راسخ کر دیا۔ وہ علائقِ دُنیا سے متنفر رہے اور خداوندِ کریم دوست بناتا اسی کو ہے جس کی زندگی سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور اطاعت میں گزرے، جو ان کی تعلیمات کے فروغ۔ ان کی سُنّت کی پیروی اور ان کے عموم کو مقصدِ حیات سمجھے اور لوگوں کے دلوں میں اس مقصد کے حصُول کی لگن پیدا کر دے۔

مولانا ضیاء الدین احمد کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ میں شیخ عبدالعظیم کے ہاں ۱۲۹۴ھ میں تولّد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں مولوی محمد حسین پسروری سے حاصل کی۔ مولانا غلام قادر بھیروی سے عربی و فارسی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ لاہور سے دہلی چلے گئے، وہاں چار سال قیام کے بعد محدث سورتی حضرت مولانا وصی احمد سے تحصیلِ علم کی خاطر پیلی بھیت چلے گئے اور ان سے دَورہٗ حدیث کی تکمیل کی۔

پیلی بھیت میں قیام کے دوران میں ہر جمعرات بریلی میں حاضر ہوتے اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ فیض کرتے۔ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے تو خود اعلیٰحضرت نے دستار بندی کی اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت و خلافت سے نوازے گئے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں انہیں حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے خلیفہ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنے تلامذہ میں سے صرف مولانا ضیاء الدین احمد کو بیعت کیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ بعض اوقات ایک مرید صادق بھی پیر کی شفاعت کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

شیخ العرب والعجم مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ بغداد تشریف لے گئے تو نو برس تک سلوک و طریقت کی منازل طے کیں اور جذب و کیف استغراق کی کیفیتوں سے سرشار رہے۔ ۱۳۲۷ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو وہاں ترکوں کی حکومت تھی۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر عام تھے، صلوٰۃ و سلام کی محفلیں برپا ہوتی تھیں۔ مولانا ضیاء الدین احمد نے اسلامی شعائر کی شان و شوکت اور اسلامی تہواروں کے تزک و احتشام

کا وہ زمانہ دیکھا اور اسے رُوح و جاں میں سمو لیا۔ ۷۵، ۷۶، سال مدینے میں رہے، سرکارِ والا تبار کے دیار ہی میں وفات پائی۔ اور زندگی بھر ہر روز محفلِ میلاد منعقد کرتے رہے۔

مدینۃ النبی میں طویل قیام کے دوران صرف دو تین مرتبہ مدینہ طیبہ سے باہر جانا پڑا —— اور بس زندگی کے آخری برسوں میں تو مدینہ پاک سے ایک آدھ میل باہر جانا بھی گوارا نہ تھا، مبادا آقا کے روضہٴ پاک سے دُور موت آجائے۔

گذشتہ صدی ہجری میں جو علماء مشائخ شبانہ روز تبلیغ اسلام اور تحفظ مقام مصطفےٰ میں مصروف رہے، ان میں مولانا علیہ الرحمۃ کی خدمات تا قیامت روشن رہیں گی۔ انہوں نے ایسے ماحول میں عشقِ مصطفےٰ کی شمع فروزاں رکھی جس میں بظاہر یہ بات ممکن نظر نہیں آتی۔ دُنیا بھر میں آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ سال بھر میں کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جب کہ مختلف ممالک اسلام کے زائرین و حجاج آپ کے پاس نہ آتے اور درود و سلام کی محفل میں شریک نہ ہوتے۔ معروف صوفی و محقق حکیم محمد موسیٰ امرتسری بتاتے ہیں کہ محفلِ میلاد میں دُنیا کی سب زبانوں میں نعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ خود مولانا ضیاء الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ اُردو، عربی، پنجابی، فارسی، ترکی اور انگریزی جانتے تھے۔

ان کی حیات ریا و تکبّر کے ہر الزام سے پاک رہی۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں زندگی گزارنے والے اس مردِ درویش نے اپنے آقا کے اخلاق کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ تحمّل و بردباری، تواضع، انکساری، ایثار و اخلاق اور تبحرِ علمی کی صورتیں دیکھنے والوں کے دلوں کو موہ لیتی تھیں۔ وہ انس و محبت اور شفقت کا بحرِ موّاج تھے، سلف صالحین کی خصوصیات سے بہرہ ور تھے۔ ان کے ارادت مند دُنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ ان کے قدموں میں جگہ پانے کو اپنے لیے باعثِ افتخار و ابتہاج سمجھتے تھے لیکن وہ ہر شخص سے محبت و شفقت کا سلوک کرتے روایتی پیروں والی کوئی بات ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔

اواخرِ عمر میں اگرچہ نقل و حرکت میں بہت تکلیف ہوتی تھی مگر کسی کا سہارا لینا اور کسی کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتے تھے

اشرفی علیہ الرحمۃ، میاں جمیل احمد شرقپوری پر خصوصی شفقت کا رویہ رکھتے تھے اور غزالی زماں، حضرت علامہ احمد سعید کاظمی، علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمہ اور مولانا عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ کے علمی مقام و مرتبہ پر اظہار اطمینان وافتخار فرماتے تھے۔ اردو کے معروف صوفی شاعر امجد حیدر آبادی ہر سال تزکیۂ نفس کے لیے ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ عظیم مورّخ و مفکر ڈاکٹر حمید اللہ (مقیم پیرس) بھی مولانا مدنی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے روحانی فیوض و برکات کے معترف ہیں۔

فخر العرب والعجم مولانا ضیاء الدین احمد دُنیا کو حسن اخلاق اور فیضان نظر کے ذریعے محبت مصطفیٰ کا درس دیتے رہے، انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی ترویج کرتے رہے۔ جن دلوں میں گھور اندھیرے گھر کیے ہوئے تھے، انہیں مدینے کے اس باسی نے منور و درخشاں کر دیا۔ اللہ کریم ان کی قبر مبارک کو اپنی رحمتِ خاص سے منور کرے۔ آمین

امام اہلسنت ایک نظر میں

۲۴۔ شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء
"امام الائمہ المجدد الھذہ الامہ"

۲۵۔ حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء
خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین"

۲۶۔ علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
سوال کا فاضلانہ جواب

۲۷۔ ملت اسلامیہ کے لئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۲۸۔ بھاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے

۲۹۔ خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

۳۰۔ کی آمد اور استفادۂ علمی مابین ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء

۳۱۔ انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء

۳۲۔ تاسیس جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی تقریباً ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء

۳۳۔ سجدہ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

۳۴۔ امریکی ہیاۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

۳۵۔ آئزک نیوٹن اور آئن اسٹائین کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۳۶۔ ردِ حرکت زمین پر ۱۰۵ دلائل اور فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۳۷۔ فلاسفۂ قدیمہ کا ردِ بلیغ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۳۸۔ دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۳۹۔ وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

حنفیہ پاک پبلیکیشنز، کراچی

بالمقابل شہید مسجد کھارادر، کراچی ۲